امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۱۰ر صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۸ر اگست ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 32

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ تقریب نکاح اور دعوتیں
■ معاشرہ میں امن وامان کیسے قائم ہو
■ میوات شمالی ہند کا مسلم اکثریتی خطہ
■ تعلیمی معیار کے لئے عملی اقدام کی ضرورت
■ عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جدوجہد آزادی؛ کچھ تاریخی حقائق

مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم، امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے اپنے ایک پیغام میں کہا کہ ملک کی سلیت اور ترقی کے لیے تنوع اور تکثیریت لازمی ہے۔ اس لیے آئین کا تقاضہ ہے کہ ملک کے ہر شہری کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے اور تعلیم ومعیشت سمیت ہر میدان میں ترقی کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں۔

امیر شریعت نے فرمایا کہ ہمیں اپنی تاریخ نہیں بھولنی چاہیے کہ ہندوستان کی آزادی میں بلا تفریق مذہب وملت ملک کے سبھی شہریوں نے عموما اور مسلمانوں نے خصوصا خوب بڑھ چڑھ کر اپنی جان ومال کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

1700ء میں مسلمانوں کی حکمرانی تھی، ہندوستان تنِ تنہا دنیا کی 22.6 فی صد دولت پیدا کرنے والا ملک تھا، جو تمام یورپ کے مجموعی حصے کے تقریباً برابر تھا؛ لیکن یہی پیداوار سنہ 1952 میں گھٹ کر صرف 3.8 فیصد رہ گئی۔ 20ویں صدی کی شروعات میں سرزمین ہند کا جی ڈی پی (گھریلو مجموعی پیداوار) 22.6 سے گھٹ کر 3.8 ہوگیا تھا اور فی کس آمدنی کے حساب سے ہندوستان دنیا کا سب سے غریب ملک بن گیا تھا، ایسی بدحالی کے زمانہ میں بھی مسلمانوں نے ملک کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا، سوراشٹرا کے دھوراجی قصبے سے تعلق رکھنے والے ایک تاجر میمن عبدالحبیب یوسف مارفانی نے تقریباً ایک کروڑ روپے انڈین نیشنل آرمی کو عطیہ دیا، جو اس زمانہ کے لحاظ سے بڑی خطیر رقم تھی، 1915ء کے آغاز میں مسلمانوں کی بڑی تعداد پر مشتمل رنگون اور سنگاپور میں تعینات بلوچ رجمینٹ اور پانچویں لائٹ پیادہ دستہ سنگاپور نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، جس کے نتیجہ میں دو افسروں کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا، 43 افسروں کو گولی سے بھون دیا گیا اور باقی فوجیوں کو کالے پانی کی سزا دے کر اس بغاوت کو کچلنے کی کوشش کی گئی، سیف الدین کچلو کو امرتسر میں مظاہرے سے روکنے کے لیے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا، معروف ادیب خوشونت سنگھ نے لکھا ہے کہ انڈیا کی آزادی مسلمانوں کے خون سے لکھی گئی ہے؛ کیونکہ کل آبادی کے 24 فیصد تناسب کے لحاظ سے آزادی کی جدوجہد میں ان کی حصہ داری بہت زیادہ تھی۔

ہامس لائیو کی رپورٹ کے مطابق، ہندوستان کی آزادی کے لیے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنے اور قربانیاں دینے والوں میں سے 65 فیصد مسلمان تھے، 1750 کی دہائی میں، نواب سراج الدولہ پہلے بیدار مغز ہندی حکمراں تھے، جنہوں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کا بگل بجایا تھا، انگریزوں کے خلاف پہلی جنگ آزادی میسور کے حکمراں حیدر علی اور ان کے بیٹے ٹیپو سلطان نے 1780 اور 90 کی دہائی میں لڑی تھی، بیگم حضرت محل نے سنہ 1857ء میں چنہٹ کے مقام پر انگریز حکمرانوں سے لوہا لیتے ہوئے سر ہنری لارنس کو گولی مار کر ہلاک کیا اور برطانوی فوج کو شکست دی، 1857 کی عظیم بغاوت میں 225 مسلم خواتین نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

مولوی محمد باقر، عالم اور پہلے صحافی تھے جنہیں 1857 میں بغاوت کے بعد پھانسی دی گئی، 27 برس کی عمر میں اشفاق اللہ خان وہ عظیم مجاہد آزادی تھے جنہیں برطانوی راج کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں پھانسی دی گئی تھی، نیتا جی سبھاش چندر بوس کے ذریعہ لگایا گیا حب الوطنی کا نعرہ ''جئے ہند'' زین العابدین حسن نے دیا تھا، یوسف مہر علی نے کویٹ انڈیا مومنٹ کا نعرہ دیا تھا۔

آج کے بھارتی پرچم ترنگا کو اس شکل میں لانے والی خاتون ثریہ طیب جی تھیں، 1857 کی دوسری جنگ آزادی کی تحریک کے بعد مسلم رہنماؤں نے ملک بھر میں تعلیمی ادارے قائم کر کے مزاحمت کی حکمت عملی تبدیل کی۔ ریشمی رومال تحریک جسکا مقصد افغانستان میں حکومت قائم کر کے انگریزوں سے ہندوستان کو آزاد کرانا تھا۔ راجہ مہندر پرتاب اس تحریک کے تحت افغانستان میں قائم جلا وطن حکومت کے صدر بنائے گیے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ وزیر داخلہ اور پروفیسر نواب برکت اللہ بھوپالیؒ اس کے وزیر اعظم بنائے گئے تھے۔ یہ تحریک علماء کرام کے ذریعہ شروع کی گئی تھی جس کی قیادت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ فرمارہے تھے، مہاتما گاندھی کے شریک کار گجرات کے رہنے والے جسٹس عباس طیب جی، انڈین نیشنل کانگریس پارٹی کے پہلے مسلمان صدر رہتے۔ جسٹس طیب جی کو 1930 میں گاندھی جی کی گرفتاری کے بعد نمک ستیہ گرہ کی قیادت کرنے کے لیے بھی جانا جاتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، شوکت علی، ڈاکٹر مختار انصاری، حکیم اجمل خان، مولانا محمود حسن وغیرہ انڈین نیشنل کانگریس کی تحریک آزادی میں شامل تھے اور انہوں نے برطانوی استعمار کے خاتمے کے لیے ہر ممکن قربانی دی۔

خان عبدالغفار خان ایک پشتون مجاہد آزادی تھے جنہوں نے ہندوستان میں برطانوی راج کے خاتمے کے لیے مزاحمتی تحریک خدائی خدمتگار کی بنیاد رکھی۔ انہیں عدم تشدد کے اصول اور گاندھی جی کے ساتھ دوستی کی وجہ سے سرحدی گاندھی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، مولانا مظہر الحق کے کارناموں میں اہم کارنامہ صداقت آشرم کا قیام ہے، یہ 132 ایکڑ زمین پر قائم کیا گیا تھا، اس میں بہار ودیا پیٹھ، ڈاکٹر راجندر پرساد میوزیم، مولانا مظہر الحق لائبریری، کملا نہرو ششو وہار اور دیگر ادارے ہیں، صداقت آشرم اس وقت بہار کانگریس کمیٹی کا صدر دفتر بھی ہے، صداقت آشرم دراصل تمام تحریکوں کا گہوارہ بن گیا تھا۔ سارے بڑے لیڈر یہیں قیام کرتے تھے، آزادی کے متوالوں کی سرگرمیوں کا بہار میں سب سے بڑا مرکز یہی تھا، ہندوستان کی تعمیر نو اور آزادی سے متعلق تمام فیصلے یہاں کئے جاتے تھے۔ حتی کہ گاندھی جی اور ان کی اہلیہ کستور با گاندھی کا قیام بھی یہاں ہوتا تھا۔ اس کی بنیاد مولانا مظہر الحقؒ نے 1917 میں رکھی تھی۔ ڈاکٹر راجندر پرساد نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام اسی صداقت آشرم میں گزارے۔

اسی طرح اس تحریک آزادی کے قائدین میں سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے سردار اجیت سنگھ اور جین مذہب سے تعلق رکھنے والے لالہ لاجپت رائے بھی نمایاں تھے، جنہیں ملک سے نکال دیا گیا اور برما کے منڈالے میں قید کر دیا گیا، ان کی رہائی کے بعد اجیت سنگھ کینیڈا چلے گئے اور غدر پارٹی میں شامل ہوگئے۔

یہ چند تاریخی حقائق ہیں جنہیں یاد رکھنا ہندوستان کے ہر باشندہ کے لیے ضروری ہے اور ہر مذہب کے ماننے والوں کی قربانی سے حکومت کو یہ سبق لینا چاہیے کہ وہ شہریوں میں بھید بھاؤ نہ کرے، تمام مجاہدین آزادی کی قربانیوں کی تاریخ درسی کتابوں میں شامل کرے، اس سے ملک مستحکم ہوگا اور آزادی وطن کی حقیقی تصویر نئی نسلوں کے ذہن ودماغ میں پیوست رہے گی اور اس کے نتیجہ میں مذہبی ہم آہنگی پیدا ہوگی جو یقیناً ملک کی سالمیت اور ترقی کا ضامن بنے گا۔

اچھی باتیں

''سب لوگوں کو خوش رکھنا ترازو میں زندہ مینڈکوں کو تولنے جیسا ہے، ایک کو بٹھاؤ تو دوسرا پھدک پڑتا ہے ☆ پیٹھ پیچھے آپ کی بات چلے تو گھبرانا مت؛ کیونکہ بات انہیں کی ہوتی ہے جن میں کوئی بات ہوتی ہے ☆ دوست، کتاب، راستہ اور سوچ غلط ہوں تو وہ گمراہ کردیتے ہیں ☆ عوام پر دو طریقوں سے قابو پایا جاتا ہے، اول انہیں اس قدر ڈرایا اور دھمکایا جائے کہ وہ بول ہی نہ سکیں یا انہیں اس قدر مایوس کر دیا جائے کہ ان کی ہمت جواب دے جائے ☆ حق بات بھی لوگوں کو وہی پسند ہے جو ان کے حق میں ہو ☆ جب سایہ قد سے بڑا اور باتیں اوقات سے بڑی ہو جائیں تو سمجھ لیں کہ سورج غروب ہونے والا ہے (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''جس طرح پارلیمنٹ اور راج سبھا میں قوانین بلا بحث ومباحثہ کے بنائے جارہے ہیں اور حزب مخالف کی آواز کو دبایا جارہا ہے، اس سے یہاں کی جمہوریت کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا ہے، اگر قوانین اسی طرح بنتے رہے اور حکمراں طبقہ من مانی کرتا رہا تو کسی دن بھارت کے ہندو راشٹر ہونے کا بل بھی اسی طرح پاس ہوجائے گا؛ کیونکہ ملک کی ساری سیاسی جماعتوں کا مسلمانوں کے تئیں ایک ہی نظریہ ہے اور وہ سب کی سب چاہتی ہیں کہ مسلمانوں کی منہ بھرائی کا کام کیا جائے، انہیں ووٹ بینک کی طرح استعمال کیا جائے اور ووٹ ملنے کے بعد کنارے لگا دیا جائے، مسلمان چاہے بھاجپا میں رہتے ہوں یا کانگریس میں سب کے ساتھ یہی ہورہا ہے'' (واحد متکلم)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نفسی نفسی کا عالم ہوگا

""جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد، مگر ہاں، اس کو نجات ہوگی جو اللہ کے پاس کفر وشرک سے پاک دل لیکر آوے گا اور اس روز ایمان والوں کے لئے جنت نزدیک کردی جائے گی اور ان گمراہوں کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جائے گی اور ان گمراہوں سے کہا جائے گا کہ وہ معبود کہاں گئے؟ جن کی تم خدا کے سوا پوجا کیا کرتے تھے، کیا اس وقت وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں، یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں، پھر یہ کہہ کر گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے"(سورۃ الشعراء، آیت:۹۵)

تشریح: قرآن پاک میں اللہ رب العزت ان غفلت شعار انسانوں کے ذہن ودماغ کو بیدار کرنا چاہتے ہیں جو مال ودولت، جاہ ومنصب اور آل واولاد کو اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ سے غرور وتکبر میں مبتلا ہیں، انہیں قیامت کے دن یہ کوئی فائدہ نہیں دیں گے اور خاندانی تعلقات کچھ کام نہ آئیں گے: "لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَا اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" ہرگز کام نہ آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ ہی تمہاری اولاد قیامت کے دن، اس دن ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی، احباب واقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے، بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے مانگنے لگے، یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے، ایک دوسرے سے بھاگے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قبروں سے اٹھائے جاؤ گے ننگے پاؤں، بدن بے ختنہ، ایک عورت نے کہا کیا بعضے بعضوں کی شرمگاہ دیکھیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فلانی! ہر ایک مرد کو ان میں سے اس دن اپنی اپنی پڑی ہوگی، کوئی کسی کو نہ دیکھے گا، البتہ جس شخص نے اپنا مال اللہ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ کیا تھا، اگر اس کی موت کلمہ توحید پر ہوئی تھی تو پھر یہ مال میدان حشر میں اور میزان حساب میں بھی کام آوے گا، اسی طرح اولاد کی اچھی تربیت کی اور دنیا میں نیک بنانے کی کوشش کی تھی تو آخرت میں اس کو اولاد کا فائدہ پہونچ سکتا ہے، اسی طرح اولاد کو بھی ماں باپ سے آخرت میں نفع پہونچے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے باپ دادا کی رعایت کر کے ان کو بھی اس مقام پر پہونچادیں گے۔

قرآن پاک میں اس کی تصریح اس طرح مذکور ہے: "اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" یعنی ہم ملادیں گے اپنے نیک بندوں کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی اور اگر اولاد غیر مومن ہیں تو ان کو والدین کے نیک اعمال قیامت میں کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکیں گے، جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے، لوط علیہ السلام کی بیوی اور ابراہیم علیہ السلام کے والد کا معاملہ ہے۔

مفسرین نے قرآن پاک کی ان آیتوں کا یہی مطلب بیان کیا ہے، لہذا ایمان والوں کو ہمیشہ اپنے ایمان کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور قیامت کے دن کی گرفت اور محشر کی بازپرس سے ڈرتے رہنا چاہئے، یہ دنیا دھوکہ کی شئی ہے، ایمان والوں کو اس کے دھوکہ میں نہیں آنا چاہئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ "اللہ کا وعدہ حق ہے، پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکہ دینے والی چیز تمہیں اللہ سے غافل کردے، بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہوجائے۔

میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کا حکم

""حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو وہ ضرور کچھ صدقہ کرتیں، تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہونچے گا؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ان کو پہونچ جائے گا"(بخاری شریف)

تشریح: شریعت کا عام اصول یہی ہے کہ آدمی پہلے ان حقوق اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرے جن کا وہ ذاتی اور شخصی طور پر ذمہ دار ہے، اس لئے کہ کل قیامت کے دن سب سے پہلے اس کے ذاتی اعمال کے بارے میں بازپرس ہوگی، البتہ اگر ذاتی حقوق کی ادائیگی کے بعد کسی مرنے والے کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب وصلہ اس مرنے والے کے ساتھ ساتھ صدقہ کرنے والوں کو بھی عطا فرماتے ہیں، لہذا مرنے والوں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی واحسان کا ایک طریقہ ان کے لئے دعاء مغفرت کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کر کے اس کے اجر وثواب کو مرحومین تک پہونچانے کی دعاء کرنا ہے، اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے یا اسی طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کر کے ان کو ثواب پہونچایا جائے، اس سلسلہ میں کتب احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، بخاری شریف میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے انتقال کی تفصیلی روایت مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت میں ہوا کہ خود سعدؓ موجود نہیں تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری غیر موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے نفع بخش ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں، پہونچے گا، انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ اپنی والدہ مرحومہ کے لئے صدقہ کردیا، ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے دادا نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ قربانی کرنے کی نذر مانی تھی، ان کے بیٹے نے پچاس اونٹوں کی قربانی کردی اور دوسرے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے باپ ایمان لے آئے اور پھر تم ان کی طرف سے روزے رکھتے یا صدقہ کرتے تو وہ ان کیلئے نفع مند ہوتا، ان روایات سے معلوم ہوا کہ اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کو مالی صدقہ بھیج کر ان کو ثواب پہونچا سکتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

صفر اور سفر میں بدشگونی لینا لغو ہے

س: (۱) ماہ صفر کے متعلق بہت سارے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں، اس لیے اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، شرعاً اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) سفر کے دوران راستہ چلتے ہوئے اگر بلی راستہ کاٹ دے تو بہت سے لوگ اس کو بدشگونی پر محمول کرتے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے ہیں اور سفر کے تعلق سے طرح طرح کے خیالات واندیشے ذہن ودماغ میں آنے لگتے ہیں، شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے؟

ج: نفع اور نقصان کا مالک اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر نقصان پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا، یہی اسلامی تعلیم ہے اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ بھی ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"(سورۃ یونس:۱۰۷)

(اور اگر اللہ تعالیٰ تم کو کسی تکلیف سے دوچار کردیں تو اللہ کے سوا کوئی اور اسے دور نہیں کرسکتا اور اللہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہیں تو اس کی مہربانی کو کوئی روک نہیں سکتا، اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مہربانی فرمائیں اور اللہ ہی بخشنے والے اور بڑی رحمت والے ہیں)۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے دین اور اس کے قوانین کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، جب مانگنا ہو تو اسی سے مانگو اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد مانگو اور جان لو کہ اگر پوری امت اور دنیا کے سارے لوگ اس بات پر مجتمع ہوجائیں کہ تمہیں کچھ بھی نفع پہونچائیں تو وہ نفع نہیں پہونچاسکتے، مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کررکھا ہے اور اگر تمہیں نقصان پہونچانا چاہیں تو نقصان نہیں پہونچاسکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے طے کررکھا ہے۔

"عن عبداللّٰہ بن عباس قال: کنت خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوما فقال: یاغلام إنی اعلمک کلمات احفظ اللّٰہ یحفظک احفظ اللّٰہ تجدہ تجاھک إذا سألت فسئل اللّٰہ وإذا استعنت فاستعن باللّٰہ واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک إلا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک وان اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک إلا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف". (سنن ترمذی، قبیل ابواب صفۃ الجنۃ: ۷۸/۲)

نیز کسی چیز سے نیک فال لینا تو محمود ومستحسن ہے، جبکہ بری فال لینا مذموم وممنوع ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، البتہ نیک فال اچھی چیز ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ فال کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی شخص سنے (اور اس سے اپنی مراد پانے کی توقع کرے)۔

"عن ابی ھریرة قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لا طیرة وخیرھا الفال قالوا: وما الفال؟ قال: الکلمة الصالحة یسمعھا احدکم". (صحیح البخاری، باب الطیرۃ: ۸۵۶/۲۔ صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر: ۲۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لا عدوی ولا طیرة ویعجبنی الفال الکلمة الحسنة، الکلمة الطیبة". (صحیح مسلم، باب الطیرۃ والفأل وما یکون فیہ من الشؤم، حدیث نمبر: ۲۲۲۴)

بلکہ بعض وہ چیزیں جو زمانہ جاہلیت سے ہی لوگوں کے درمیان چلتی آرہی تھیں، مثلاً بیماری کا خود سے ایک دوسرے کو لگنا، پرندوں وغیرہ کے ذریعہ بدشگونی اور صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا اور اس میں بلا ومصیبت کے نزول کا اعتقاد رکھنا، ان ساری چیزوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اصل اور باطل قرار دیا۔

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا عدوی ولا طیرة ولا ھامة ولا صفر. (رواہ البخاری، عن أبی ھریرۃ، باب لا ھامۃ: ۸۶۷/۲)

لہذا صورت مسئولہ میں ماہ صفر کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ منحوس مہینہ ہے، اس میں آفات وبلا اور حوادث ومصائب کا نزول ہوتا ہے، اسی طرح راستہ چلتے ہوئے بلی کے راستہ کاٹ دینے سے بدشگونی لینا اور راستہ کو پُرخطر سمجھنا، یہ سب زمانہ جاہلیت کی یادگار اور مشرکانہ طور وطریق اور عادات ہیں، جو باطل، لغو اور بے اصل ہیں، انسان کے لئے سارے مہینے، سارے ہفتے اور سارے دن یکساں ہیں، وہ چاہے تو اپنے عمل سے ان تمام دنوں کو اپنے لئے بہتر بنالے اور چاہے تو اپنی بدعملی سے وبال جان بنالے، بدشگونی لینا جہالت اور کم عقلی کی بات ہے، ایک صاحب ایمان کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے، کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھے، اس سے ایک بال برابر بھی پیچھے نہ ہٹے، اپنے عقائد کو درست رکھے اور اس طرح کے عقائد باطلہ سے اپنے آپ کو بچائے، اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد وبھروسہ رکھے؛ کیوں کہ ہوگا وہی جو قادر مطلق کی مرضی ہوگی، اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا۔

اس لیے کسی چیز سے بدفالی لے کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ خوف واندیشہ اور ناامیدی میں مبتلا کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 32 مورخہ ۱۰؍صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۸؍اگست ۲۰۲۳ء روز سوموار

چندریان-۳

بالآخر 23؍اگست 2023ء کو چھ بج کر چار منٹ پر ہندوستان کے چاند پر پہونچ جانے کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور ہمارے سائنس دانوں نے ایک طویل خواب کو سچ کر دکھایا، امریکہ، روس اور چین کے بعد چاند کی سطح پر سافٹ لینڈنگ حاصل کرنے والا ہندوستان چوتھا اور چاند کے قطب جنوبی پر اترنے والا ہندوستان پہلا ملک بن گیا ہے" چندریان-۲" اور روس کے "لونا ۲۵" کے ناکام ہونے کے بعد چندریان-۳ پوری دنیا کی امیدوں کا مرکز بن گیا تھا، جب تک سلامتی کے ساتھ لینڈ نہیں کیا، ہندوستان کے ہر شہری کی سانسیں رکی سی گئی تھیں، لکھنؤ میں خبر ہے کہ گذشتہ روز سلامتی سے لینڈ کرنے کے لئے نماز پڑھ کر دعا بھی مانگی گئی اور اس پر سوشل میڈیا میں اچھی خاصی لے دے مچی اور کئی نے اسے "سیاسی نماز" سے تعبیر کیا، بات اس قدر بڑھی کہ جن صاحب نے اس نماز کا چرچا میڈیا پر کیا تھا، انہوں نے گیارہ بجے شب اس کی تاویل بلکہ تردید کرنی شروع کردی، صورت حال جو بھی ہو واقعہ یہی ہے کہ اس مشن کی کامیابی کے لئے سارے ہندوستان کے لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق دعائیں مانگ رہے تھے کہ ہمارے ہندوستانی سائنس دانوں کی محنت بارآور ہو۔

14 جولائی 2023ء کو آندھرا پردیش واقع شری ہری کوٹہ کے دھون اسپیس سنٹر سے چندریان-۳ کو اسرو (ہندوستانی خلائی تحقیقی مرکز) نے خلا میں بھیجنے میں کامیابی حاصل کی تھی، 15 جولائی کو زمین سے اوپر لے جانے والے عمل کو پورا کیا گیا اور اس نے 37080 کلومیٹر فی سکنڈ کے حساب سے زمین کے مدار میں گھومنا شروع کردیا، یکم اگست کو زمین کے مدار سے نکال کر اسے چاند کے مدار میں پہونچانے میں سائنس دانوں نے کامیابی حاصل کی، 9؍اگست کو وہ تیسرے مرحلہ کو مکمل کرکے پانچ ہزار کلومیٹر والے مرحلہ میں داخل ہوگیا، 16؍اگست کو یہ چاند کے قریب پہونچ گیا اور اس کی دوری صرف سو کلومیٹر رہ گئی، 23؍اگست کو شام کے پونے چھ بجے سے فیصلہ کن مرحلہ شروع ہوا جس میں چندریان کی رفتار کو 1680 میٹر فی سکنڈ سے گھٹا کر دو میٹر فی سکنڈ کیا گیا، پھر وہ چاند سے صرف سو میٹر اوپر رہ گیا اور لینڈر وکرم نے اترنے کی مخصوص جگہ کی تلاش میں کامیابی حاصل کی اور لینڈ میوڈل کے چاروں پاؤں چاند کی سطح پر جم گئے، سافٹ لینڈنگ کے بعد لینڈر وکرم نے پہلا پیغام ارسال کیا کہ "ہم منزل پر پہونچ گئے اور ہندوستانی بھی" اور کچھ ہی گھنٹے بعد جب چاند پر گرد و غبار چھٹا تو "روبر پرگان" نے کام شروع کردیا، چودہ دنوں تک اسرو کے سائنس دانوں کے ذریعہ بھیجے گئے احکام کے مطابق کام کرے گا روبر میں لگے لیزر کے ذریعہ چاند کی سطح کا مطالعہ کرے گا، وہاں موجود معدنیات اور گہرے گڈھے میں چھپے برف کی تلاش کرے گا، روبر سے نکلنے والی ایک چیز رمہیا ہے، یہ چاند کی سطح پر ماحولیات اور زلزلہ سے متعلق تفصیلات بتائے گا چندریان-۳ کا وزن ۳۹۰۰ کلوگرام ہے، اس کی تیاری میں چھ ارب روپے صرف ہوئے ہیں، اس میں موجود چاند گاڑی کا نام اسرو کے بانی وکرم سے منسوب کیا گیا ہے، اس گاڑی کا وزن ۱۵۰۰ رکلوگرام ہے۔

اس پورے پروگرام میں سافٹ لینڈنگ کی بڑی اہمیت تھی، سافٹ لینڈنگ کا مطلب 6000 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار کو کنٹرول کرکے رفتار کو صفر پر لانا ہے، اس دوران لینڈر وکرم خود کو نوے ڈگری پر لاکر چاند کی سطح پر اترنے میں کامیاب ہوا، وہ منظر بڑا دلکش تھا جب سائنس دانوں نے چندریان-۳ کی رفتار کو کنٹرول کرنے کے بعد لینڈنگ کے لئے سیدھا کردیا، یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ خلا میں سب سے پہلی اڑان چاند پر پہونچنے کے لئے امریکہ کے اپولو-۱۱ نے بھری تھی، چاند کی سطح پر قدم رکھنے والے پہلے لوگوں میں نیل آرم اسٹرانگ اور ایڈون بج ایلڈرین جونیر تھا، جس نے اپولو-۱۱ کی کامیاب اڑان کے نتیجے میں 21؍جولائی 1969ء کو چاند تک پہونچنے میں کامیابی حاصل کی تھی، یہ ایک بڑی کامیابی تھی، جس نے تاریخ رچائی تھی، پھر دوسرے ملکوں کے لئے چاند کے سفر کی راہ ہموار ہوئی۔

ہندوستان کے ذریعہ خلا میں بغیر کسی انسان کے چاند پر پہونچنے والے چندریان نے 22؍اکتوبر 2008ء کو شری ہری کوٹہ کے ستیش دھون سکنڈ پیڈ سے 6.22 اڑان بھری تھی، اسے چاند کے مدار میں پہونچنے میں پندرہ دن لگے تھے، 14؍نومبر 2008ء کو صبح آٹھ بجکر آٹھ منٹ پر قطب جنوبی کے قریب شیکلٹن گرسٹر کے قریب وہ ٹکرا گیا، 25 منٹ کے اس سفر میں چندریان-۱ نے چاند کی متعدد تصویریں لیں اور انہیں خلائی جہاز میں بھیجنے کا کام کیا، اس کا وزن لانچ کے وقت 1130 کلوگرام تھا، اس مہم پر کل 386 کروڑ روپے خرچ ہوا تھا، چندریان-۱ نے مختصر وقت میں سائنس دانوں کو بتایا کہ چاند کی سطح پر پانی کا مالیکولز موجود ہے، اور وہاں دن کے وقت ایک خاص ماحول رہتا ہے، اس اطلاع نے سائنس دانوں کے اندر وہاں انسانوں کے رہنے اور بسنے کے امکانات روشن کیا۔

اس کے بعد بھارت نے چندریان-۲، 22؍جولائی 2019ء کو چاند پر بھیجا، اس مصنوعی خلائی سیارہ کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کا نوٹار آربیٹری، لینڈر اور گاڑی سب ہندوستان ہی میں تیار کیا گیا تھا، اس خلائی سفر کا مقصد چاند پر پانی کی تلاش تھا، یہ چندریان لینڈنگ کے دوران اسرو سے رابطہ منقطع ہونے کے سبب ناکام ہوگیا تھا، گو اس کا آربیٹر آج بھی چاند کے مدار میں موجود ہے اور چندریان-۳ کے آربیٹر سے اس کا رابطہ قائم ہوگیا ہے،، چندریان-۲ کے ناکام ہونے کے بعد ہمارے سائنس دانوں نے چندریان-۳ میں کافی احتیاط برتی اور اس کے نتیجہ میں آج ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ ہندوستان چاند کی قطب جنوبی پر اترنے والا پہلا ملک بن گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ رب العزت نے آسمان اور زمین جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے انسانوں کی خدمت پر مامور کر رکھا ہے، ہم اس سے کس قدر نفع حاصل کرسکتے ہیں، اپنے علم کے محدود ہونے کی وجہ سے دھیرے دھیرے، ہم وہاں تک پہونچ پا رہے، سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳ میں اللہ رب العزت نے واضح کردیا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے تابع کردیا ہے، جو لوگ غور کریں گے وہ اس میں بہت ساری نشانیاں پائیں گے، اس لئے چندریان-۳ کی کامیابی کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے، چاند تو پھر بھی برودت لیے ہوئے ہے، اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں تو انسان کا نظام شمسی تک پہونچنا بھی ناممکنات میں سے نہیں ہے، صرف اس کی حرارت کو کنٹرول کرنے والا آلہ خلائی سیارہ میں لگانا ہوگا، انسان نے سورج کی حرارت کو جذب کرنے کا فارمولہ ایجاد کرلیا ہے، سولر لائٹ کا سارا انظام اسی کے تحت ہے تو ایسا کوئی آلہ ایجاد کرنا دشوار نہیں ہے، جو سورج کی شعاعوں سے روبوٹ کو متاثر نہ ہونے دے؛ کیوں کہ اب خلائی سیارہ کا کنٹرول زمین سے ہوتا ہے اور کام سارا روبوٹ ہی کررہے ہیں، باخبر ذرائع کے مطابق اسرو اس پر تیزی سے کام کر رہا ہے۔

اس بڑی حصول یابی پر یقیناً ہندوستانی خلائی مشن اسرو کے سائنس داں مبارک باد کے مستحق ہیں، چندریان-۲ کی ناکامی کے بعد اسرو کے صدر ایس سومناتھ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تھے، چندریان-۳ کی سافٹ لینڈنگ سے انہیں ایسی کامیابی ملی ہے کہ پورا ملک ان کی کارکردگی کا معترف اور دنیا ان کو مبارکبادی دیتے نہیں تھک رہی ہے، شکریہ ایس سومناتھ، شکریہ اسرو جنہوں نے ناکامی سے مایوسی کے بجائے حوصلہ مندی کا سبق لیا اور ہندوستان کے لئے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔

سی بی آئی کے التواشدہ مقدمات

سنٹرل بیورو آف انویسٹی گیشن (CBI) ملک کا باوقار ادارہ سمجھا جاتا رہا ہے، اس کا کام جرائم اور بدعنوانی کی تحقیق اور ملزمین کے خلاف مقدمات کرکے اسے سزا دلانا ہے، اس کی اپنی عدالت ہے، پہلے وہاں سے فیصلہ ہوتا ہے اور پھر ہندوستان کی مروجہ عدالت میں نچلی سطح سے اوپر تک اس کے خلاف اپیل کی جاسکتی ہے، سی بی آئی بھی عدالت کے فیصلے کو اوپری عدالت میں چیلنج کرسکتی ہے اور کرتی رہی ہے، حال ہی میں آپ نے سنا ہوگا کہ سی بی آئی، لالو جی کی ضمانت رد کرانے کے لئے سپریم کورٹ گئی ہے۔

سی بی آئی کی تحقیق اور عدالت میں مقدمات کے حوالہ سے سنٹرل ویجی لینس کمیشن (CVC) کی رپورٹ کے مطابق سی بی آئی کے ذریعہ بدعنوانی کے 6841 مقدمات ملک کی مختلف عدالتوں میں زیر غور ہیں، تفصیلات کے مطابق 313 مقدمات 20 سال، 2039 مقدمات 15 سال، 2324 مقدمات 5 سے 10 سال اور 842 سے زیادہ مقدمات 3 سے 5 سال سے عدالتوں میں زیر التوا ہیں یہ رپورٹ 31 دسمبر 2022ء تک کی ہے۔ اس کے علاوہ ملک کی مختلف عدالتوں میں فیصلہ پر نظرثانی اور اپیلیں اس کے علاوہ ہیں۔ 12408 مقدمات وہ ہیں جو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں نظرثانی کی منتظر ہیں، ایسے مقدمات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ 417 وہ مقدمات ہیں جو 20 سال سے زائد سے زیر التوا ہیں، 688 اپیلیں نظرثانی کی پندرہ سالوں سے منتظر ہیں، 2314 معاملات 10 سال، 4005 مقدمات پانچ سے دس سال اور 2881 مقدمات دو سے پانچ سال اور 2103 مقدمات دو سال سے کم عرصہ سے نظرثانی کی فہرست میں ہیں، ساٹھ معاملات وہ ہیں، جن کی گذشتہ تین سالوں سے اب تک جانچ بھی شروع نہیں ہوسکی ہے، جو مقدمات زیر التوا ہیں ان میں گروپ اے کے افسران کے خلاف 52 اور گروپ بی اور سی کے انیس (19) مقدمات کی تحقیقات التواء میں ہیں۔ 2022ء میں سی بی آئی نے جو مقدمات درج کیے ان کی تعداد 946 ہے، جن میں 829 عام اور 117 ابتدائی جانچ سے متعلق ہے، ان میں سے 30 مقدمات ریاستی حکومتوں کے اور 107 مقدمات مختلف عدالتوں کے فیصلے کے نتیجہ میں سی بی آئی کے پاس آئے ہیں۔

ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں جرائم کی تحقیق اور سزا دلانے کا عمل کس قدر سست ہے، کہا جاتا ہے کہ انصاف میں تاخیر کا عمل خود بے انصافی ہے۔ یقیناً اس سست رفتاری کی ایک بڑی وجہ سی بی آئی کے پاس کام کا زیادہ بوجھ اور عملے کی کمی ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس کو دور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اپنے مخالفین کو غلط طور پر پریشان کرنا اگر حکمراں طبقہ چھوڑ دے تو کام کا بوجھ سی بی آئی پر کم ہوجائے گا اور عملے کی تعداد بڑھا کر کام میں تیزی لائی جاسکتی ہے۔ اس سے مجرمین کو سزا بھی جلد ملے گی اور سی بی آئی کی کارکردگی پر مختلف موقعوں سے جو سوالات اٹھتے رہے ہیں اس میں کمی بھی آئے گی۔

ستائیس ہفتہ کے بعد اسقاط حمل

عصمت دری کے ذریعہ حاملہ ایک عورت کو سپریم کورٹ نے اسقاط حمل کی اجازت دیدی ہے، عورت ستائیس ہفتہ کی حاملہ ہے، یہ وہ مدت ہے جو وضع حمل کی کم سے کم مدت ہوا کرتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ مکمل ہوچکا ہے۔ اس کے باوجود اس کا اسقاط عدالت کے فیصلوں کے احترام کے باوجود سمجھ سے باہر ہے، یہ اب تک کی سب سے زیادہ مدت ہے جس میں اسقاط کی اجازت دی گئی ہے۔ دراصل یہ مقدمہ گجرات سے سپریم کورٹ پہونچا تھا، گجرات ہائی کورٹ نے اس عورت کی اسقاط حمل کی اجازت دینے والی عرضی خارج کردی تھی جس پر سپریم کورٹ کے بی وی ناگ رتنا اور اجول بھوین کی دو رکنی بنچ نے سماعت کرکے یہ فیصلہ سنایا اور کہا کہ اب مزید اس کام میں تاخیر نہ کی جائے۔

عدالت نے یہ واضح کیا کہ چوں کہ مدعیہ آبروریزی کی شکار ہوئی ہے اور اس بچے کی وجہ سے اس کی سماجی زندگی متاثر ہوگی، اس لئے یہ اجازت دی جاتی ہے۔ البتہ اگر بچہ زندہ ہو تو اس کی پرورش کا انتظام لازمی طور پر کرنا ہوگا، بعد میں اسے کسی گود لینے والے کے سپرد قانونی کاروائی کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ عدالت نے اپنے اس فیصلہ میں گرچہ زچہ، بچہ دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، لیکن اتنی مدت کے بعد اسقاط سے ایک بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، حالاں کہ حمل میں وہ مدت پوری کرچکا ہے جو اس کے دنیا میں آنے کی کم سے کم مدت ہے۔

اس فیصلہ کا بڑا اثر سماجی زندگی پر پڑے گا اور جن فیصلوں میں بیوی کی رضامندی کے بغیر جماع کو ریپ یعنی آبروریزی سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کا فائدہ اٹھا کر ان چاہے حمل کو ضائع کرنے کا ایک بڑا دروازہ کھل جائے گا، جو سماج کے لئے انتہائی نقصاندہ ہوگا اور میاں بیوی کے درمیان تنازعات اور خانگی جھگڑوں کا سبب بنے گا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: محمود احمد خاں دریابادی

گلزار اعظمی: ایک ہی شخص تھا جہان میں کیا

لیجئے ایک آدمی اور چلا گیا .... بے باک .... بے خوف .... بیلاگ آدمی، جس کو گلزار اعظمی کہا جاتا تھا، .... تھا تو وہ گوشت پوست کا ہی بنا ہوا مگر .... اپنے افکار اور کردار، بیباکی و بے خوفی کی وجہ سے مرد آہن تھا، جس کو آج کی چلتی زبان میں "لوہ پُرش" بھی کہتے ہیں۔

یوں تو ایک عرصہ ہوگیا ہم کو ملی و سماجی میدانوں میں ٹوٹی پھوٹی خدمات انجام دیتے ہوئے، مگر آج ہم برملا یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے سماجی کام کرنے کا عزم، حوصلہ، جذبہ اور سلیقہ جن لوگوں سے سیکھا ہے اُس میں ایک بڑا اور اہم نام گلزار اعظمی کا ہے، حالانکہ ان کی اور ہماری عمر میں تقریباً تین دھائی کا فرق رہا ہوگا، مگر ہم لوگ اُن کو گلزار بھائی ہی کہتے تھے۔ صاف دل، منہ پھٹ، حقیقت پسند اور حق گو انسان تھے، جس بات کو صحیح سمجھ لیتے اُس پر ڈٹ جاتے تھے، صرف ڈٹتے ہی نہیں بلکہ فریق بن کر ساری لڑائی اپنے سر لے لیتے تھے، کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اُن کو دو فریقوں کے درمیان صلح صفائی کے لئے پنچائت میں شامل کیا گیا، بات چیت آگے بڑھتی، اس دوران اگر گلزار بھائی کو یہ محسوس ہوجاتا کہ ایک فریق مسلسل زیادتی کررہا ہے، سمجھانے سے بھی نہیں مان رہا تب گلزار بھائی کی تیغ بزاں نکلتی اور اصل فریق ایک طرف رہ جاتا گلزار بھائی خود فریق بن جاتے، ایسے لوگوں کے لئے ان کے پاس ہر طرح کا علاج دستیاب رہتا، ڈانٹ ڈپٹ، تیز گفتگو، اگر سامنے والا بدزبان ہوتا تو وہ بھی مادر پدر کرنے لگتے، سرکار، دربار کی نوبت آتی تو اس میں بھی پیچھے نہیں رہتے تھے، گلزار بھائی عالم نہیں تھے، ممبئی کے انجمن اسلام ہائی اسکول میں بھی چند سال ہی پڑھا تھا، مگر علماء سے طویل صحبت، ذاتی مطالعہ، عصری تعلیم یافتہ افراد، وکلاء وغیرہ سے مستقل رابطے کے نتیجے میں حسب ضرورت عربی، انگریزی، ہندی، مراٹھی وغیرہ پڑھنے و سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی، ہم نے اُنھیں مختلف فرقوں کے افراد سے پولیس اسٹیشن وغیرہ میں مناظرانہ گفتگو کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے، بزرگانہ باو بھاو، ہنو بچو کو نہ اپنے لئے پسند کرتے نہ دوسروں کے لئے؛ چونکہ ہمارا مزاج بھی بہت زیادہ "مولویانہ" نہیں رہا اس لئے ہم جیسے لوگوں سے خوب جمتی رہی، سرکار دربار میں بے باکی سے گفتگو کرنا، چاپلوسی اور تملق سے پرہیز اُن کی خاص صفت تھی، وزیر اعلی، پولیس کمشنر وغیرہ کے یہاں وفد لے کر جاتے تو بالکل صاف اور سخت گفتگو کرتے، پولیس یا انتظامیہ کی شکایت کرنی ہوتی تو صاف کہتے "آپ کی پولیس یہ کررہی ہے" کسی میٹنگ وغیرہ میں ہم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو چاہتے کہ کسی کے انتظار میں وقت ضائع کئے بغیر فوراً گفتگو شروع کردی جائے جس کو آنا ہوگا آتا رہے گا، ہر پانچ منٹ میں گھڑی دیکھتے، ہم لوگ مزاق میں کہتے بھی تھے کہ گلزار بھائی آخر کیوں جلدی کرتے ہیں، گھر جاکر ٹی وی ہی تو دیکھنا ہے! (ٹی وی پر تمام اہم چینلس کی خبریں دیکھنے کی عادت تھی)

سیاست میں بھی گلزار بھائی کا دخل رہا ہے، شوشلسٹوں سے قریب تھے، کانگریس کے خلاف جنتا پارٹی، جنتا دل وغیرہ کے امیدواروں کے انتخابی جلسوں، ریلیوں میں بلائے جاتے تھے، حسب موقع پر جوش تقریریں بھی کرتے تھے، بعد میں شوشلسٹوں سے مایوس ہوکر کچھ کانگریسیوں سے بھی قربت ہوئی تھی، مگر کانگریس کے کسی جلسے میں کبھی گئے ہوں ہمیں یاد نہیں پڑتا۔

جمعیت علماء سے گلزار بھائی کا "والہی تعلق" تھا، اس اجمال کی تفصیل یہ کہ حضرت مجاہد ملت کے بعد ایک عرصہ ایسا بھی گزرا ہے جب مہاراشٹرا میں جمعیت کے چند لوگوں سے گلزار بھائی کی نہیں جمی، انھوں نے گلزار بھائی کو سائڈ لائن کردیا تھا، ان دنوں مرکز کے ارباب حل وعقد نے بھی اس زیادتی پر خاموشی اختیار کی، گلزار بھائی تو تھے ہی تیز مزاج! انھوں نے اس زیادتی پر کیا کیا اور کیسے کیسے تبصرے کئے، کبھی طنز کرتے کبھی "دشنامِ شریفانہ" کا سہارا لیتے، اس زمانے میں جمعیت کا بڑا ہو یا چھوٹا شاید ہی کوئی اُن کی کاٹ دار زبان سے بچا ہو؛ مگر جب بھی جمعیت کا کوئی پروگرام ہوتا، کوئی تقریب کوئی تحریک ہوتی بغیر بلائے پہونچ جاتے تھے اور آگے بڑھ بڑھ کر تعاون کرتے تھے؛ مگر جب کام پورا ہوجاتا تو پھر اُن کے ساتھ وہی "کس نمی داند کہ بھیا کون ہو" والا معاملہ پیش آتا، ایسے موقع پر ہم جیسے لوگ مزاق میں کہتے بھی تھے کہ گلزار بھائی! جمعیت والے جب ضرورت ہوتی ہے آپ کو استعمال کرلیتے ہیں پھر پھینک بھی دیتے ہیں، گلزار بھائی اس پر مزید برہم ہوجاتے اور نئے نئے انداز کی گل افشانیاں کرنے لگتے، پھر جب دوبارہ جمعیت کا کوئی کام سامنے آتا سب کچھ بھول کر پھر دفتر پہونچ جاتے تھے، گویا جمعیت کی محبت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، کوئی بلائے یا نہ بلائے ضرورت پر حاضر! جب کہ دوسری کوئی تنظیم یا جماعت چاہے پرسنل لاء بورڈ ہو، یا ملی کونسل وغیرہ گلزار بھائی شاید ہی اُن کے کسی پروگرام میں شریک ہوئے ہوں، بلائے جاتے تب بھی نہ جاتے، ہم جیسے بے تکلف لوگ کبھی کبھی زور زبردستی کرکے وعدہ بھی کرالیتے تب بھی عین وقت پر پھسل جاتے تھے، پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب جمعیت کے ارباب حل وعقد نے گلزار بھائی کو باقاعدہ ذمہ داریاں سونپیں، خاص طور پر ناکردہ گناہوں کی پاداش میں سرکاری دہشت گردی کا شکار ہونے والے نوجوانوں کی قانونی واخلاقی دادرسی کا فریضہ گلزار بھائی کے سپرد کیا گیا، یہ کام آسان نہیں تھا، فرقہ پرستوں کی طرف سے دھمکیاں ملیں، فون کے ذریعے ڈرانے کی کوشش ہوئی؛ مگر ہمارے گلزار بھائی "لوہ پُرش" یوں ہی تھوڑی بن گئے تھے، فون پر دھمکانے والوں کی مغلظات کا جواب اُن ہی کی "ماتر بھاشا" میں دیتے، دوسرے ذرائع سے ڈرانے والوں کے لئے باقاعدہ پریس کانفرنس منعقد کی اور پوری بے باکی سے فرمایا کہ ہمیں کسی دھمکی کی پرواہ نہیں، ہمیں ڈرایا نہیں جاسکتا، ہم مظلوموں کی حمایت یوں ہی کرتے رہیں گے، اچھی بات یہ تھی کہ اس پریس کانفرس میں دوسری ملی تنظیموں کے اعلی عہدے داران بھی گلزار بھائی کی حمایت کے لئے موجود تھے، گلزار بھائی کی محنتوں کا ہی نتیجہ رہا کہ بہت سے بے گناہ رہا ہوئے، کچھ نوجوانوں کے لئے تو سزائے موت کا اعلان ہوچکا تھا، وہ باعزت بری ہوگئے، ناکردہ جرائم سے خلاصی پانے والوں میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث جیسے تمام مسالک کے افراد شامل ہیں، اب بھی بلاتفریق مسلک درجنوں بے گناہوں کی قانونی لڑائی گلزار بھائی کی سرکردگی میں لڑی جارہی تھی، ہمارا خیال یہ ہے کہ گلزار بھائی کی ملت کے لئے یہ اکیلی بے لوث خدمت ایسی ہے جو آخرت میں اُن کی سیئات کو حسنات سے بدل کر پروانہ نجات دلانے کے لئے انشاء اللہ کافی ہوگی۔

کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں انتہائی سادہ بلکہ لاابالی تھے، عموماً کرتا لنگی پہنتے تھے، جس دن علی گڑھ پاجاما پہن کر آتے تو جانکار سمجھ جاتے تھے کہ آج کمشنر یا کسی منتری کے یہاں میٹنگ میں جانا ہے، ہم نے اُن کے ساتھ تقریباً پینتالیس سال کام کیا ہے، ان برسوں میں متعدد مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ہمارا اُن سے اختلاف ہوا، بلند آہنگ گفتگو، بحث وتکرار سے لے کر بعض اوقات "جدال" تک بھی نوبت پہونچی ہے، ایک بار تو اُن کے دفتر میں یہاں تک ہوا کہ زبردست مباحثے اور تکرار کے بعد گلزار بھائی نے ہم دو تین لوگوں کو دفتر سے نکالنے کے لئے پولیس کو بلوا لیا؛ چونکہ دونوں طرف کے لوگ پولیس کے لئے متعارف تھے اس لئے معاملہ ختم کرادیا گیا، بات آئی گئی ہوگئی۔

گلزار بھائی کی خصوصیت یہ رہی کہ اس طرح کے متعدد جھگڑوں کے باوجود ہمارے لئے اُنھوں نے اپنے دل میں کوئی بغض نہیں رکھا، چونکہ ہم بھی اُن کے مزاج سے واقف تھے اس لئے اکثر ہم ہی فون کرکے بات چیت کی پہل کرلیا کرتے تھے، ایسا بھی ہوا ہے کہ اُنھوں نے فون کیا یا کہیں سامنا ہوا تو مخاطب کرکے خیریت دریافت کرلی، اور پھر تعلقات معمول پر لوٹ آئے، اُن کے بڑپن کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہم سے عمر میں بہت بڑے ہونے کے باوجود ہمیشہ "محمود بھائی" کہتے رہے۔

اُن کے ساتھ کے کام کرنے والے لوگوں میں حضرت مولانا ظل الرحمن صاحب، حاجی شمس الدین صاحب، حاجی محمد علی صاحب، مولانا ابرار صاحب، مولانا مستقیم احسن اعظمی، ہارون موزہ والا، محمد احمد زری والے، شبیر احمد راہی، وغیرہ پہلے ہی سدھار چکے تھے، حضرت مفتی عزیز الرحمان صاحب، قاضی زکریا قمر صاحب جیسے کچھ بزرگ ابھی پرانی یادگاروں میں سلامت ہیں، اللہ اُنھیں تادیر سلامت رکھے، کچھ ہم جیسے چھوٹے بھی ہیں جنھوں نے اُن کی چشم وابرو کی جنبش سے قومی کام کرنے کا سلیقہ سیکھا ہے۔

پتہ چلا ہے کہ چار دن قبل گلزار بھائی رات میں کھانے سے پہلے لڑکھڑا کر گر گئے تھے، مگر اس وقت کچھ پتہ نہیں چلا، اطمینان سے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھایا، کچھ دیر گفتگو بھی کی، تب تک بھی کوئی احساس نہیں تھا، رات میں سوئے، جب صبح وقت مقررہ پر بیدار نہیں ہوئے تب ساتھیوں نے جاکر دیکھا تو بیہوشی طاری تھی، اسپتال منتقل کیا گیا، معلوم ہوا گرنے کی وجہ سے سر کا پچھلا حصہ اور گردن کی ہڈی متاثر ہوئی ہے، آپریشن تجویز ہوا، آپریشن کیا گیا، مگر حالت خراب ہوتی گئی، وینٹیلیٹر پر رکھا گیا، حالت تشویشناک ہوتی گئی، کئی دن قبل ہی ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کردیا تھا، پھر بھی کوششیں جاری رہیں۔

ملک الموت کو ضد تھی کہ میں جاں لے کے ٹلوں
سر بسجدہ تھا مسیحا کہ مری بات رہے

بالآخر قضا وقدر کا فیصلہ غالب آیا، اور 20/اگست 2023ء صبح ساڑھے دس بجے کے قریب عالم فانی کا مسافر عالم جاودانی کی طرف پرواز کرگیا۔

پسماندگان میں ماشاءاللہ ایک بھراپُرا خاندان ہے، چھ صاحبزادے و پانچ صاحبزادیاں، الحمدللہ سب خوشحال اور صاحب اولاد ہیں، اہلیہ کا کئی سال قبل انتقال ہوچکا ہے، اللہ تعالی ان کے پورے خانوادے کو صبر جمیل اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

کہانی ختم ہوئی اور ایسی ختم ہوئی
کہ لوگ رونے لگے تالیاں بجاتے ہوئے

منظوم خراج عقیدت

بخدمت حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

[illegible]

نتیجۂ فکر: [illegible] قریشی
رابطہ 9036732138

[illegible]

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

سفید بال موت کی یاد دلانے کیلئے کافی ہے: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بڑی شان والے صحابی ہیں، انہوں نے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا اور اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ تم مجھے وقتاً فوقتاً موت کی یاد دلاتے رہنا، چنانچہ مختلف محفلوں میں وہ موت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے انہیں فرمایا: اب آپ کوئی دوسرا کام کر لیجیے۔ کہنے لگے کہ حضرت کیا اب موت یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے؟ آپ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کیا جس میں کچھ سفید بال آگئے تھے، فرمایا: یہ سفید بال، مجھے موت کی یاد دلانے کیلئے کافی ہیں۔ مجھے ان کو دیکھ کر موت کی یاد آتی رہے گی۔

اللہ والوں کی موت: اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہوتی ہے۔ خواجہ علاؤالدین عطار تھے، عطر بیچتے تھے، چھوٹی چھوٹی شیشیاں رکھتے تھے، ایک اللہ والے آئے اور بڑے غور سے ان کی شیشیوں کو دیکھنے لگے، یہ نوجوان تھے، کہنے لگے بڑے میاں کیا دیکھ رہے ہو؟ فرمانے لگے کہ دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تمہاری جان اٹکی ہوئی ہے یہ کیسے نکلے گی، نوجوان تھے، غصے میں آگئے، کہنے لگے بڑے میاں جیسی تمہاری نکلے گی ویسے میری نکلے گی، تو جب انہوں نے یہ کہا بڑے میاں اس کے سامنے لیٹے اور انہوں نے چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور کہنے لگے کہ میری تو پھر ایسے نکلے گی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ کہہ کر سو گئے، پہلے تو یہ اس واقعہ کو یوں ہی سمجھے، لیکن جب ہلا کر دیکھا تو وہ انتقال کر چکے تھے، بس اس واقعہ سے دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا۔ پھر یہ بڑے اللہ والوں میں شامل ہوئے، حتیٰ کہ انہوں نے "تذکرہ اولیاء" جیسی کتاب لکھ ڈالی تو اللہ والوں کی تو ایسی موت آجاتی ہے۔

مہلت زندگی کا عجیب واقعہ: مہلت زندگی کو سمجھنے کیلئے ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا اور اس باغ کے کئی حصے تھے اور ہر ہر حصہ میں پھل لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ، کوشش کرنا کہ تم اچھے پھل توڑ کر لانا۔ میں تم سے خوش ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا، لیکن میری ایک شرط ہے کہ جس حصہ سے ایک دفعہ گذر جاؤ گے اس میں تمہیں دوبارہ واپس آنے کی اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں لی اور باغ میں داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ پہلے حصہ میں بہت اچھے پھل لگے ہوئے تھے، دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں دیکھ لیتا ہوں جب اگلے حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں جا کر توڑ لوں گا، ہو سکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہو، جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچنے لگا نہیں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا، اس لیے اگلے حصہ میں دیکھتا ہوں، جب اگلے حصہ میں گیا تو دیکھتا ہے کہ وہاں پر بہت ہی بہترین پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا اگلے حصہ سے توڑ لوں گا، جب آخری حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس حصے کے درختوں پر پھل نہیں لگے ہوئے تھے، وہاں روتے ہوئے کھڑا ہو گیا کہ کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں پہلے حصوں سے پھل توڑ لیتا، آج میری ٹوکری خالی تو نہ ہوتی۔

اے انسان! تیری زندگی کی مثال ایسی ہی ہے، تیرا ہر دن تیرے لیے باغ کا حصہ ہے، تو اس میں پھلوں کو توڑ سکتا ہے یعنی نیکی کما سکتا ہے، لیکن انسان یہی سوچتا ہے کہ میں آج نہیں کل نیکی کر لوں گا اور یہی آج کل کرتے کرتے بالآخر انسان کو موت آجاتی ہے، پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے: "اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" "موت آجاتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتی ہے۔ بس انسان کو اپنے وقت پر جانا ہوتا ہے، اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہو تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ پانی کا پیالہ پی لے حتیٰ کہ آدھا سانس اندر ہوتا ہے اور آدھا باہر آتا ہے اور وہیں اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے۔

مثبت سوچ کا فائدہ: حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ تھے، لیکن ان کی ایک آزمائش تھی کہ ان کے گھر میں بیوی بڑی تیز طرار تھی، وہ اس پر صبر کرتے تھے اور اس صبر پر اللہ نے ان کو ولایت عطا فرما دی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ ایک مرید ان سے ملنے آیا، اس نے گھر جا کر پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا کہ کون حضرت؟ کہاں کے حضرت؟ اس نے کہا کہ جی میں ان سے ملنے کیلئے آیا ہوں، جواب دیا کہ جاؤ وہاں کہیں جنگل میں بیٹھے ہوں گے، وہیں مل لو، مرید سمجھ گیا کہ معاملہ ذرا نازک سا ہے، چنانچہ وہ حضرت کو ملنے جنگل میں آیا، مگر کیا دیکھتا ہے کہ حضرت شیر کے اوپر سوار ہو کر آرہے ہیں، یہ ایک کرامت تھی، جو اللہ نے ظاہر کر دی، اب جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت تو جنگل میں شیر پر سواری کر رہے ہیں اور گھر میں بیوی ان پر سواری کر رہی ہے سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب حضرت ان سے ملے تو حضرت نے بھی ان کو پہچان لیا اور فرمایا کہ دیکھو میں گھر میں بیوی کی اس تکلیف کا بوجھ اٹھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شیر کو میرا بوجھ اٹھانے پر لگا دیتے ہیں، تو جب یہ بات بتائی تو وہ مرید تو رخصت ہوا لیکن جب حضرت گھر کو آنے لگے تو دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ عورت بہت ہی زیادہ غصہ والی ہے اور تیز طرار ہے، اے اللہ! کوئی ایسا معاملہ ہو کہ یہ عقیدت والی بن جائے تاکہ دین کے کام میں رکاوٹ نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کرامت بخشی کہ وہ ہوا میں اڑنے لگ گئے اور اڑتے اڑتے اپنے گھر کے اوپر سے گزرے، جب واپس گھر آئے تو گھر میں داخل ہوتے ہیں، بیوی نے استقبال کیا کہ بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو اور بڑے ولی بنے پھرتے ہو ولی تو وہ تھا جسے میں نے آج ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

حضرت نے ان کی بات سن کر کہا کہ اللہ کی بندی وہ میں ہی تو تھا، جو یہاں سے اڑ کر گزر رہا تھا، میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی، جب بیوی نے یہ سنا تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگی، اچھا آپ تھے، انہوں نے کہا، ہاں ہاں میں ہی تھا، کہنے لگی میں بھی سوچ رہی تھی کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اڑ رہا ہے، اب سوچئے کہ گھر کیوں کر آباد ہو، لہذا منفی سوچ سے بچنے کی کوشش کریں اور مثبت سوچ رکھیں۔

بیوی سے حسن سلوک پر مغفرت: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے غلطی ہو گئی۔ اتنا بڑا نقصان تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے دیتا، کیونکہ وہ حق بجانب تھا، لیکن اس نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی وفات ہو گئی، کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا، سناؤ بھئی! آگے کیا بنا، کہنے لگا کہ بس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی فرما دی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا، اس نے پوچھا، کس وجہ سے آپ کی معافی ہوئی؟ وہ کہنے لگا کہ ایک ایسی بات تھی جو میں بھول ہی گیا تھا، ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میری بیوی سے کوئی غلطی ہو گئی تھی، میں اگر چاہتا تو سزا دیتا، طلاق دے دیتا، مگر میں نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا، پروردگار نے کہا تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا، آج میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

بیوی کو معاف کرنے پر رحمت: چنانچہ ایک آدمی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی بیوی بے عقل سی تھی، غلطیاں کرتی رہتی تھی، کبھی کوئی نقصان کبھی کوئی نقصان، غصہ تو اس آدمی کو بہت آتا، لیکن سوچتا کہ اگر میں نے اسے طلاق دے دی تو یہ بیچاری تو پریشان ہو جائے گی، پھر کون اسے لے گا، چلو اس کی زندگی بھی گزر جائے گی اور میرا بھی وقت گزر جائے گا، لہذا وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا کہ کوئی بات نہیں اللہ کی بندی ہے، اسی حال میں زندگی گزار دی، حتیٰ کہ اس کی وفات ہو گئی، مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سنائیے، آپ کے ساتھ کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا، مجھے اللہ رب العزت کے حضور میں پیش کیا گیا، اللہ رب العزت نے فرمایا، میرے بندے! تو اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کر معاف کیا کرتا تھا، جا آج میں نے تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیا۔

محبت بھری زندگی کا طریقہ: ایک مرتبہ پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر تشریف لائے، صحن میں دیکھا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیالے سے پانی پی رہی ہیں، دور سے دیکھا تو وہیں سے فرمایا، حمیرا (نام عائشہ تھا، مگر پیار سے حمیرا کہا کرتے تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس میں بھی سبق دے دیا) دور سے فرمایا، حمیرا بولیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے، فرمایا تھوڑا سا پانی میرے لیے بھی بچا دینا، وہ امتی تھیں، بیوی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاوند بھی تھے، سیدالمرسلین بھی تھے، رحمۃ للعالمین بھی تھے۔ برکتیں تو آپ کی ذات سے ملتی تھیں۔ مگر سبحان اللہ محبت بھی عجیب چیز ہے کہ رفیقہ حیات کو دیکھا، پانی پی رہی ہیں تو دور سے کہا کہ کچھ پانی میرے لئے بھی بچا دینا، حضرت عائشہ نے کچھ پانی بچا دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اپنی بیوی کا بچا ہوا پانی ہاتھ میں لے کر پینا چاہا، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، پوچھا کہ اے حمیرا! تو نے اس پیالے پر کس جگہ لب لگایا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے جس جگہ کی نشان دہی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ پر اپنا لب مبارک لگایا۔

صبر ایوب علیہ السلام: سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، اللہ رب العزت نے ان کو مال دیا، اولاد دی، حتیٰ کہ ہر طرح کی نعمتیں دی تھیں، شیطان کہنے لگا کہ ان کی ساری عبادتیں اس لیے ہیں کہ ان کو دنیا کا مال و متاع ملا ہوا ہے، ذرا لے کے دیکھیں تو پھر پتہ چلے، اللہ رب العزت کے اذن سے ان کا جتنا مال تھا وہ سارا کا سارا کسی وجہ سے ضائع ہو گیا، کہنے لگا اولاد تو ہے، ایسی بیماری آئی کہ ان کی جتنی اولاد تھی وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے سامنے فوت ہو گئی، شیطان کہنے لگا، صحت تو ہے اللہ رب العزت نے ان کے جسم پر چیچک کے دانوں کی طرح کے دانے نکال دیئے حتیٰ کہ ان کی زبان اور آنکھوں کے سوا پورا جسم ان دانوں سے بھر گیا وہ دانے اتنے بڑے زخم بن گئے کہ اس میں کیڑے بھی پڑ گئے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بیماری میں اٹھارہ سال گزر گئے اور ہر دن اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے صبر کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے، زبان سے شکوہ اور شکایت کی کوئی بات نہ نکلی، حتیٰ کہ اگر کوئی کیڑا جسم کے زخم سے گرتا تھا تو وہ اس کو بھی اٹھا کر واپس رکھ دیتے تھے، جب میرے جسم کو اللہ تعالیٰ نے تیری غذا بنایا تو نیچے کیوں گر رہا ہے۔

اٹھارہ سال کے بعد شیطان پریشان ہوا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب بندے ہیں کہ اتنی آزمائشوں میں بھی اپنی زبان سے کوئی بے صبری یا ناشکری کا لفظ نہیں نکالا، شیطان کو پریشان دیکھ کر اس کے چیلوں نے اسے کہا کہ میاں! تم نے جس طرح ان کے جد امجد کو بھول میں ڈالا تھا، کیوں نہ ہم ان پر وہی گر آزمائیں، کہنے لگا، ہاں، چنانچہ وہ ان کی بیوی کے پاس ایک حکیم اور طبیب کی شکل میں گیا اور کہنے لگا، دیکھو میں تمہیں ایک بات بتانے کیلئے آیا ہوں، تاکہ تمہارے میاں کو صحت حاصل ہو جائے وہ خوش ہوئیں، ہر بیوی چاہتی ہے کہ خاوند کو صحت ملے، کہنے لگا کہ اس کا علاج میرے پاس موجود ہے، مگر ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ جیسے تم عرش کے خدا کو سجدہ کرتے ہو ایک دفعہ مجھے بھی سجدہ کر لو تو میں ایک ایسا علاج آزماؤں گا کہ تمہارا خاوند صحت مند ہو جائے گا، بیوی نے سنا تو خاموش ہو گئیں، کہنے لگیں کہ میں ان کے پاس جاؤں گی اور ان سے پوچھوں گی، چنانچہ تفسیر میں لکھا ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں اور اس نے آکر پوچھا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا تو نے اسی وقت اس مردود کو کیوں نہ کہا کہ تو شیطان ہے یہ کیوں کہا کہ میں پوچھ کر بتاؤں گی؟ اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا کہ تو نے ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیوں نہ کیا اور ایسے شیطان مردود کو اسی وقت منہ پر جواب کیوں نہ دے مارا، آپ کا جواب سن کر شیطان اور نا امید ہو گیا، سوچنے لگا کہ دو چار سال اور اسی طرح گزاریں تو ہو سکتا ہے یہ بیماری سے پریشان ہو جائیں، ایک دن اس نے کیا سنا کہ حضرت ایوب علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! میری زندگی کا جو وقت گزر رہا تو گزر گیا۔ جب یہ بیماری اور غم تیری ہی طرف سے ہے تو اگر مجھے سو سال کی زندگی بھی دیں گے تو میں سو سال بھی اسی حال میں آپ کو فراموش نہیں کروں گا، جب شیطان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ واقعی یہ اللہ رب العزت کے وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کے اوپر کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔

اللہ رب العزت نے پھر اپنے اس پیارے نبی علیہ السلام کو صحت دی، بیماری کی حالت میں بیوی کو کہا تھا کہ سو کوڑے لگاؤں گا، لہذا اب بات بھی پوری کرنی تھی، اب اللہ رب العزت نے ان کی بیوی کے اوپر رحم کھایا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا کہ تم درخت کی چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ٹہنیاں مسواک کے برابر اکٹھی کر لو اور ایک سو کو باندھ کر اس کے جسم پر ایک مرتبہ مارو گے تو ایک سو کوڑے سمجھے جائیں گے، یہاں سے ایک بات نکلی کہ جب پروردگار عالم کسی بندے کی غلطی اور کوتاہی کو معاف کرنا چاہتے ہیں تو رب کریم اس کا راستہ بتا دیا کرتے ہیں، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے کی بخشش کرنا چاہتے ہیں تو اس کے کراماً کاتبین یعنی جو فرشتے روزانہ نیکی اور برائی لکھتے ہیں ان میں سے نیکی کے فرشتے کو تو روزانہ بدلتے رہتے ہیں، مگر گناہ کے فرشتے کو نہیں بدلتے وہ وہی فرشتہ رہتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن اس بندے کے نامہ اعمال میں گناہ تو لکھے ہوں گے اور ان گناہوں پر گواہی دینے کیلئے ایک فرشتہ ہوگا، جب کہ اس کی نیکیوں کی گواہی دینے کیلئے جتنے اس کی زندگی کے دن تھے اتنے ہی فرشتے کھڑے ہوں گے، رب کریم فرمائیں گے میرے بندے کی نیکیوں پر جب اتنے گواہ ہیں تو میں اس کے گناہوں والے ایک گواہ کو کیسے قبول کر لوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ میں نے بندے کو معاف فرما دیا، بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو صحت عطا فرمائی۔ اور اولاد و مال و متاع سب کچھ عطا کیا اور فرمایا "اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا" ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا "نِعْمَ الْعَبْدُ" میرا کیسا اچھا بندہ تھا "اِنَّهٗ اَوَّابٌ" وہ میری ہی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (خطبات ذوالفقار: ۵/۵۵-۵۸)

Scanned with CamScanner

تقریب نکاح اور دعوتیں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

نکاح کرنا عبادت ہے، اسی کے ذریعے خاندان وجود میں آتا ہے، نسل انسانی میں افزائش کا تسلسل باقی رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے انسانوں کی یہ بسائی گئی بستی لاکھوں سال سے آباد ہے اور قیامت تک آباد رہے گی، اس کے علاوہ نکاح پاکیزہ اور عفیف زندگی گزارنے میں معاون ہوتا ہے، مرد وعورت کے لیے سکون وطمانیت کا ذریعہ بنتا ہے، دو خاندانوں کو ایک دوسرے سے قریب کرتا ہے اور زندگی کی دھوپ کی تپش سے جب آدمی بے چین ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے کی محبت کی شبنم اس تپش کو بجھاتی ہے اور دلوں کو راحت پہنچاتی ہے، اسی لیے اسلام نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور نکاح میں سادگی اور کم سے کم خرچ کی تلقین بھی کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیر النکاح ایسرہ" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۱۷) یعنی بہترین نکاح وہ ہے، جو سب سے زیادہ آسانی سے انجام پائے، ایک اور حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ان أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة" (مسند احمد: ۶/۸۲) یعنی سب سے بابرکت نکاح وہ ہے، جس میں کم سے کم خرچ ہو، مگر افسوس کہ اس وقت مسلم معاشرے میں بھی برادران وطن کے ساتھ ساتھ بے جا رسوم کی کثرت ہوگئی ہے اور فضول خرچی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے، ان فضول خرچیوں کو تقریب نکاح سے جوڑ دیا گیا ہے، اس تکلف کا آغاز لڑکی دیکھنے اور منتخب کرنے سے ہوتا ہے، لڑکی کو دیکھنے کے لیے گھر کی دو ایک خواتین کا آجانا کافی ہے، اگر لڑکا خود دیکھنا چاہے تو اس کے لیے بھی اپنی منگیتر کو دیکھنے کی گنجائش ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے بھی درجن دو درجن مرد اور عورتیں پہنچ جاتی ہیں اور ان کے لیے پرتکلف کھانا تیار کرنا ہوتا ہے، پھر اس میں بعض اور قبیح باتیں بھی شامل ہوگئی ہیں، بعض دفعہ اس لڑکے کے علاوہ جو رشتہ چاہتا ہے، خاندان کے کئی دوسرے مرد بھی، جیسے بھائی، بہنوی وغیرہ لڑکی کو دیکھتے ہیں، یہ قطعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ غیر محرم کا عورت کو دیکھنا جائز نہیں، صرف وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جو خود نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس کے رشتے داروں کے لیے وہی حکم ہے جو دوسرے مردوں کے لیے ہے۔

دوسری تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جب اس دھوم دھام کے ساتھ لڑکی کو دیکھا جاتا ہے اور پسند نہ آنے کی وجہ سے رشتہ رد کر دیا جاتا ہے تو لڑکی پر اس کا خراب نفسیاتی اثر پڑتا ہے، اس کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اور بعض دفعہ تو ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ لڑکیاں خودکشی کر لیتی ہیں، اس لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی لڑکی سے رشتہ کرنا ہو تو ایسے طریقے پر لڑکی کو دیکھا جائے کہ اسے احساس تک نہ ہو، حدیث میں بھی اس کا اشارہ ملتا ہے اور فقہاء وشارحین حدیث نے اس کی صراحت کی ہے، آج کل یہ ضرورت تصویر (Photo) سے پوری ہو جاتی ہے اور ایک دو منٹ کی متحرک تصویر براہ راست دیکھنے کے مقصد کو اچھی طرح پوری کر دیتی ہے اور شرعاً اس کو بھی تصویر کی ان صورتوں میں شامل کیا جا سکتا ہے جن کی ضرورتاً اجازت دی گئی ہے، البتہ دیکھنے کے بعد تصویر واپس کر دینی ضروری ہے، موجودہ حالات میں اس طریقہ کار سے فائدہ اٹھانا اس بات سے بہتر ہے کہ اس کے لیے دعوت کا تکلف ہو، غیر محرم مردوں کے سامنے لڑکی کو چہرہ کھولنا پڑے، یا اگر رشتہ نہ ہو پائے تو لڑکی کو ایک ذہنی تکلیف اور قلبی صدمے سے گزرنا پڑے۔

اس کے علاوہ اب بعض علاقوں میں ایسی دعوتیں بھی لوازم میں شامل ہوگئی ہیں، جو مہندی، چوڑی، جوتے کے ناپ اور کپڑوں کے ناپ دینے، یا کپڑے ایک دوسرے کو پہنچانے، شادی کی تاریخ مقرر کرنے وغیرہ سے مربوط ہیں، یہ سب محض رسمیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اگر کسی رواجی کام میں شریعت کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کی جاتی ہو اور اس کو دینی حکم سمجھ کر نہیں کیا جاتا ہو، لیکن وہ معاشرے کے لیے بوجھ بن جائے تو شرعاً ایسی رسموں کو ترک کرنا اور اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، ایسی رسموں سے خود بھی بچنا چاہیے اور اپنے معاشرے کو بھی بچانا چاہیے، اس لیے اس نوعیت کی ساری دعوتیں اس لائق ہیں کہ ان کو ختم کیا جائے اور سختی کے ساتھ ان کو روکا جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آنے والے مہمانوں کی ضیافت ہے اور مہمان نوازی ایک مستحب اور مسنون عمل ہے، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض باتیں اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہوتی ہیں لیکن اگر وہ کسی فساد اور بگاڑ کا سبب بن جائیں اور انفرادی عمل اجتماعی سطح پر لوگوں کے لیے دشواری کا باعث ہو جائے تو ایسے جائز عمل سے بھی روکنا واجب ہے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "سد ذریعہ" کہتے ہیں: جیسے کسی بھی شخص کو ہتھیار فروخت کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ہتھیار ظلم کرنے کے لیے حاصل کیا جائے، ہتھیار ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کی مدافعت کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن اہل علم نے لکھا ہے کہ بدقماش لوگوں کے ہاتھ ہتھیار بیچنا یا فتنہ وفساد کے ماحول میں ہتھیار فروخت کرنا جائز نہیں، کیوں کہ غالب گمان ہے کہ اس ہتھیار کا استعمال فساد کے لیے ہوگا۔

نکاح کے موقع سے ایک دعوت جو ملک کے اکثر علاقوں میں مروج ہے، وہ یہ ہے کہ عقد کے دن لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا ہے، بظاہر اس کی شروعات اس طرح ہوئی ہوگی کہ عام طور پر پہلے لڑکے اور اس کے متعلقین کو دور جانا پڑتا تھا اور وہاں ایک دن یا ایک شب رہ کر واپسی ہوتی تھی، اسی طرح خود لڑکی والوں کی دعوت پر اس کے بھی رشتے دار و متعلقین آجاتے تھے، ان حالات میں ان کی ضیافت کرنا ایک اخلاقی فریضہ بھی تھا، اس لیے لڑکی والے اپنی استطاعت کے مطابق کھانے کا نظم کر دیتے تھے، نہ لڑکے والوں کی طرف سے کوئی مطالبہ ہوتا تھا، نہ براتیوں کا لشکر جرار کھانے پر ٹوٹ پڑتا تھا، نہ لڑکے والوں کی طرف سے کھانے کا مینو طے کیا جاتا تھا، نہ یہ بات کہی جاتی تھی کہ فلاں فنکشن ہال میں دعوت کا اہتمام کیا جائے، ورنہ ہماری ناک کٹ جائے گی، اسی پس منظر میں بہت سے ارباب افتاء نے اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ ہندوستان کے معروف فقیہ مفتی کفایت اللہ دہلوی جو تقسیم ہند سے پہلے بجا طور پر "مفتی اعظم ہند" کہے جاتے تھے، فرماتے تھے: "لڑکی والوں کی طرف سے براتیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا سنت اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دے دیں تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں"۔

اسی طرح ماضی قریب میں فقہ وفتاوی کے مرجع مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ رقم طراز ہیں: "یہ صحیح ہے کہ ولیمہ لڑکا یا اس کے اولیاء کریں گے، لیکن جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے، تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے؟ اور اپنے مہمان کو کھلانا تو شریعت کا حکم ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، البتہ لڑکی والے کی طرح مقابلے پر ولیمہ لڑکی کی طرف سے ثابت نہیں ہے، اس کی ایک بنیاد اس روایت میں بھی ملتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک طویل حدیث منقول ہے، جس میں ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقع پر کھانا کھلانے کا اہتمام فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دعوت کے لیے ایک بکرا ذبح کیا اور مہاجرین وانصار کو مدعو کیا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق، باب تزویج فاطمہؓ: ۵/۴۸۶)

لیکن عبدالرزاق بن ہمامؒ نے اس روایت کو یحییٰ بن علاء بجلی سے نقل کیا ہے اور یہ بے حد ضعیف اور نامعتبر راوی ہیں، امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور حدیثیں وضع کرتا تھا، فن رجال کے ایک بڑے امام یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں کہ یہ غیر معتبر راوی ہیں، علامہ نسائیؒ اور علامہ دار قطنیؒ جیسے بلند پایہ محدثین ان کو متروک قرار دیتے ہیں، امام بخاریؒ اور متعدد دوسرے علماء فن نے بھی ان پر کلام کیا ہے، (تفصیل کے لیے دیکھئے، تہذیب الکمال: ۳۱/۴۸۴) اس لیے یہ روایت قابل اعتبار نہیں۔

البتہ شریعت کے عام اصول کہ ضیافت جائز ہے اور موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے:

۱- لڑکے والوں کی طرف سے کھانے کا مطالبہ ہو، یا اگر لڑکی والے اپنی مرضی سے خود کھانا کھلانا چاہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے کھل کر یا ڈھکے چھپے انداز پر کھانے کی اقسام تعیین کی جائے، یا کسی خاص فنکشن ہال میں دعوت کے اہتمام کا تقاضا کیا جائے، تو یہ تمام صورتیں قطعاً ناجائز اور گناہ ہیں اور ایسی صورت میں لڑکے والوں کے مدعوئین اور متعلقین کا بھی جانتے بوجھتے اس دعوت میں شریک ہونا ناجائز ہے، کیوں کہ یہ فریقین کے حق میں رشوت دینا اور لینا ہے اور شرکاء کے حق میں بھی رشوت کے حرام مال کو کھانا ہے۔

۲- اگر لڑکے والوں نے کھل کر مطالبہ تو نہیں کیا، لیکن دل میں یہ خیال ہے کہ لڑکی والے کھانے کا اہتمام کریں، لڑکی والوں نے رسم ورواج کی رعایت کرتے ہوئے یا لڑکے والوں کے مزاج کا لحاظ کرتے ہوئے کھانے کا اہتمام کر لیا اور لڑکے والوں نے اس سے منع نہیں کیا، بلکہ عملاً اس پر خوشی اور رضامندی ظاہر کی تو اس دعوت کے مکروہ اور ناپسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اندیشہ ہے کہ یہ بھی ناجائز کی فہرست میں شامل ہو، کیوں کہ فقہی اصول یہ ہے کہ جس چیز کی شرط نہیں لگائی جاتی، مگر وہ بات رواج کا درجہ اختیار کر چکی ہو تو یہ بھی شرط لگانے کے ہی درجہ میں ہے، فقہاء نے اس اصول کو "المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

۳- اگر لڑکے والوں نے دعوت دینے سے منع کیا، اپنی طرف سے روکنے کی کوشش کی، اس کے باوجود لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا اہتمام کیا گیا اور اس میں اپنے زمانے کے لحاظ سے فضول خرچی سے بچنے کی کوشش کی گئی، سودی قرض لینا نہ پڑا اور کسی کے سامنے مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے کی نوبت آئی تو اس کی گنجائش ہے، لیکن بہتر یہ بھی نہیں، گنجائش اس لیے ہے کہ اصولی طور پر میزبانی ایک درست عمل ہے اور دعوت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بہتر نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس سے اس رسم کو تقویت پہنچتی ہے، جس کو بہت سے لوگ مجبور ہو کر انجام دیا کرتے ہیں۔

۴- اگر لڑکی والوں کے اپنے کچھ مدعوئین اور مہمان آجائیں اور وہ ان کے لیے بہت تکلف میں پڑے بغیر ضیافت کا اہتمام کر دیں، یا لڑکے اور اس کے متعلقین دوسرے شہر سے آئیں، یا اتنے فاصلے سے آئیں کہ ان کا گھر واپس جا کر کھانا کھانا دشوار ہو اور لڑکے والوں کی طرف سے کسی خاص تعداد میں مدعوئین کو کھانا کھلانے کا اور کسی خاص نوعیت کے کھانے کا مطالبہ نہ ہو، آنے والے مختصر تعداد میں ہوں، جن کی عام طور پر نکاح کے امور کو انجام دینے اور عاقدین کو واپس لے جانے میں ضرورت پڑتی ہے اور آنے والے نوشہ کے قریبی رشتے دار اور متعلقین ہوں تو یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ یہ ضیافت ہے، جس میں دباؤ اور مشقت نہیں ہے اور یہ ایک ضرورت بھی ہے۔

۵- اگر لڑکی والوں کی طرف سے ایسی مختصر ضیافت کا نظم ہو جائے، جس میں تکلف نہیں ہو، جیسے: چائے بسکٹ، ٹھنڈے مشروب یا آئس کریم (جس میں تکلف نہ ہو) اور یہ لڑکی والے اپنی خوشی سے کریں، کوئی دباؤ نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا، کیوں کہ ممانعت دو صورتوں میں ہے، ایک: اس وقت جب دوسرے فریق کی طرف سے مطالبہ ہو، دوم: اس وقت جب یہ مالی اعتبار سے مشقت کا باعث ہو۔

۶- بعض علاقوں میں لڑکی والوں اور لڑکے والوں پر التزام ہوتا ہے کہ وہ اپنی برادری کے تمام لوگوں کی دعوت کریں، یہ جائز نہیں ہے، نہ اس کا مطالبہ جائز ہے اور نہ بغیر مطالبہ کے جائز ہے، کیوں کہ مطالبہ نہ بھی کیا جائے تو رواج کے تحت لوگ دعوت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص برادری کے خوف سے دعوت کر بھی دے تو لوگوں پر دائی کو اور برادری کے لوگوں کو روکنا چاہیے۔

یہ تو وہ دعوتیں ہیں جو یا تو درست نہیں ہیں، یا کم سے کم سنت اور مستحب کے دائرے سے باہر ہیں، لیکن جو دعوت مسنون ہے، یعنی دعوت ولیمہ اس کو بھی ہم نے کیا کم پرتکلف بنالیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص مسلسل تین دن تک دعوت ولیمہ کھلاتا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی کہ ایک ہی دن دعوت ولیمہ ہونی چاہیے۔ یہ اس پس منظر میں تھا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک ایک ہفتہ اور بعض مرتبہ اس سے بھی زیادہ ولیمہ کی دعوت کرتے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بے جا تکلف کو ختم کرنے کے لیے ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دن کی تحدید فرمائی، لیکن آج کل ایک ہی دن کی دعوت میں اتنا تکلف کیا جاتا ہے کہ اتنے پیسوں میں شاید مدعوئین کو دس دس دنوں تک کھانا کھلایا جا سکتا ہے، اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے بہتر ولیمہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے نکاح کے موقع پر فرمایا اور اس ولیمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکرا ذبح فرمایا تھا ورنہ بعض ازواج کا ولیمہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی تھوڑی سی مقدار سے فرمایا۔

کھانے کے تنوع، مدعوئین کی کثرت، فنکشن ہال کے انتخاب، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا ڈیکوریشن اور ان سب کے ساتھ ساتھ بچے ہوئے کھانے کی بربادی... ایسی باتیں دعوت ولیمہ کا جزء بن چکی ہیں، جو یقیناً فضول خرچی کی آخری حد کو بھی پار کر جاتی ہیں اور سنت کے نام پر ایک عمل کو اس طرح انجام دیا جاتا ہے کہ اس میں بہت سے گناہ شامل ہو گئے ہیں۔

موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے ملت اسلامیہ اور خاص کر اہل علم کی خدمت میں یہ مشورہ پیش کرنے کا خیال ہوتا ہے کہ ولیمہ کی دعوت کیوں نہ عقد نکاح کے بعد اور لڑکی کی رخصتی سے پہلے ہی لڑکے کی طرف سے رکھ دی جائے، اس میں شبہ نہیں کہ احناف کے نزدیک میاں بیوی کی تنہائی کے بعد ولیمہ کرنا بہتر ہے۔ (دیکھئے طحطاوی علی الدر: ۳/۱۷۵) اور مالکیہ کا بھی مشہور قول یہی ہے، لیکن یہ بات متفق علیہ نہیں ہے۔

مفتی کفایت اللہؒ نے لکھا ہے کہ عقد نکاح کے بعد اور زفاف سے پہلے بھی ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی: ۵/۱۵۶) اگرچہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اس کو دعوت تزویج قرار دیا ہے، نہ کہ دعوت ولیمہ۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۲۱) لیکن مفتی صاحب کی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ نکاح کے موقع سے دعوت ولیمہ ہی کا معتبر احادیث میں ذکر ملتا ہے، دعوت تزویج کے نام سے کسی اور دعوت کا ذکر نہیں ملتا، اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی خلوت سے پہلے ولیمہ کی مصلحتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۱۳۰) پس اگر عقد نکاح کے بعد ہی ولیمہ کا اہتمام کیا جائے اور مدعوئین کو کھانا کھلا دیا جائے تو لڑکی والوں سے جو کھانا وصول کیا جاتا ہے یا سماجی رسم کے تحت لڑکی والے جو کھانا کھلاتے ہیں، حالاں کہ یہ ان کے لیے مالی زیر باری کا باعث ہوتا ہے تو اس سے کم سے کم یہ رسم تو ختم ہو جائے گی اور شادی کے اخراجات میں ایک اہم بوجھ سے تو لوگوں کو چھٹکارا ملے گا، اللہ کرے، یہ تجویز قابل اعتناء اور لائق عمل سمجھی جائے۔

معاشرہ میں امن وامان کیسے قائم ہو

مولانا عزیز احمد مدنی

ہندوستان کا رشتہ اسلام اور اہل اسلام سے بہت قدیم ہے۔ پہلی صدی ہجری میں اسلام کی روشنی اس دیار میں پہنچی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی قندیلیں روشن ہوتی رہیں اور شمع اسلام کے پروانے اس کے گرد جمع ہوتے رہے۔ متبعین اسلام نے ملک کے باشندوں کو ان کے حقوق دیے۔ عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت کی۔ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ مسلم سلاطین نے صدیوں اس ملک میں حکمرانی کی۔ اسے اپنا وطن سمجھا اور حکومت وسیاست، علم وفن، صنعت وحرفت، زراعت وتجارت، تہذیب ومعاشرت ہر حیثیت سے اس کو ترقی دے کر صحیح معنوں میں ہندوستان کو جنت نشان بنایا۔ مگر بڑے کرب اور افسوس کی بات ہے کہ اب اس ملک کی ہم آہنگی، بھائی چارہ اور میل ملاپ کی وہ قدیم روایت اور وراثت ختم ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ ملک بھی اب اکثریت اور اقلیت کے بھنور میں پھنس گیا۔ ملک کا ایک طبقہ ماضی کی مسلم حکومت کو اپنے لیے عار سمجھ کر موجودہ مسلمانوں سے اپنی خفت کا انتقام لینے کے درپے ہے اور اپنی قوت کے زعم میں اقلیت کے حقوق پر درپردہ قدغن لگانے کی کوشش میں ہے۔

ان تمام پیچیدہ حالات کے باوجود پوری دنیا کا مسلمان اپنے اسلامی وصف صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے اور ملک کے مفاد میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہے۔ ملک سے وفاداری کا عہد کرتا ہے اور پُر امن انداز میں آئینی طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس عہد وفاداری کے باوجود ملک میں نقض، امن، انتشار وبدامنی، انتہا پسندی، دہشت گردی، ملک سے بے وفائی وغداری اور سالمیت میں رخنہ ڈالنے اور نقصان پہنچانے وغیرہ جیسے خبیث اتہامات اور اعمال بد اسی قوم اور فرد کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ کسی بھی ملک کا استحکام ملک کے حکمرانوں میں ملک کے تئیں وفاداری، خلوص اور رعایا پروری کے جذبے کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک اور رعایا کے مفاد کو پیش نظر رکھیں اور ملک کو ترقی کی راہ پر لے کر چلیں اور ملک میں قیام امن وامان کی ہر ممکن کوشش کریں، عدل وانصاف سے کام لیں۔ اس کے بغیر خوشحالی وترقی اور امن وامان کا تصور ممکن نہیں۔

ہمارا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف عقیدہ وفکر کے حامل اور مختلف ادیان وملل کے لوگ آباد ہیں۔ ایسے مشترک ماحول میں پر امن معاشرے کی تشکیل کیسے ہو؟ قومی یکجہتی کو فروغ کیسے حاصل ہو؟ یہ اہم نکتہ ہے۔ بالخصوص عصر حاضر میں جبکہ مذہب اسلام پر آج پوری دنیا کی نگاہیں ٹیڑھی اور ترچھی ہیں اور زبانیں تلوار کی دھار سے تیز ہیں۔ ایسے ماحول میں جب ہم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی سیرت طیبہ، اسلامی تاریخ اور خلفاء راشدین کے عہد زریں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اور نبی نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پُر امن معاشرے کی تشکیل کن اصولوں پر کی اور اسلامی اسٹیٹ کے زیر نگیں ذمیوں، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام نے کس رواداری کا سلوک اور اس کا مظاہرہ کیا۔ یوں تو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی مثالیں اور واقعات سے اسلامی تواریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ ایک جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے واضح ہو سکے کہ رسول اللہ نے اس مخلوط آبادی میں پُر امن معاشرے کی تشکیل کن اُصولوں پر فرمائی جو ہمارے لیے باعث عبرت ونمونہ ہو سکے۔

مواطنت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ وہاں کی آبادی مخلوط تھی۔ وہاں مختلف خیال وفکر اور دین وعقیدہ کے لوگوں کا سامنا تھا۔ مختلف قبائل آباد تھے، مختلف پیشے کے لوگ تھے۔ قریش کے مہاجرین، اوس و خزرج کے مسلمان بھی تھے۔ مزید یہود کے تین قبیلے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے لوگ تھے۔

آپ نے اس شہر مدینہ میں امن وسلامتی کا ماحول قائم کیا، عفو ودرگزر سے کام لیا، مدینہ منورہ میں موجود تمام مذاہب و مسالک کے ماننے والوں کے درمیان عدل وانصاف، باہمی تعاون اور ہم آہنگی پر زور دیا اور ایک تحریری دستور قلم بند کیا جو تاریخ میں میثاق مدینہ سے مشہور ہے۔ بلاشبہ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، سکونت اختیار کرتا ہے، پلتا بڑھتا جوان ہوتا ہے اس وطن اور اس کی خاک سے محبت ایک فطری امر ہے۔ دنیا کے ہر خطے کے انسان کو اپنے وطن سے دلی لگاؤ ہوتا ہے، قلبی محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کی ترقی، آن بان شان کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے اور مالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ ہندوستانی مسلمانوں کو بھی اپنے وطن سے اس قدر پیار اور محبت ہے جتنا کہ ہر ملک کے باشندے کو اپنے ملک سے ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے پیدائشی شہر مکہ سے بڑی اُلفت اور محبت تھی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم صاحب ایمان خاک وطن سے محبت بھرپور کرتے ہیں لیکن اسے اپنا معبود ومسجود نہیں سمجھتے۔ ہماری پیشانی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے سربسجود ہوتی ہے۔ وہی ہمارا معبود حقیقی اور مسجود ہے۔ اس کے سوا کسی بھی مخلوق کے لیے سجدہ ہم روا نہیں سمجھتے۔ یہ ہمارا ایمانی وصف اور خاصہ ہے۔

احترام آدمیت وانسانیت: اسلام کی نگاہ میں انسان محترم ومکرم ہے، خواہ اس کا دین وعقیدہ کچھ بھی ہو۔ سماج ومعاشرے میں اس کا مرتبہ ومقام جو بھی ہو، انسانیت کے شرف وکرم میں سب یکساں ہیں اور سب کے سب امن وشانتی اور سلامتی کے ساتھ یکساں زندگی گزارنے کا حق رکھتے ہیں۔ رسول عربی نے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا بھائی اور اپنے جیسا انسان سمجھنے کی تلقین کی۔ نسلی منافرت کو دور کیا، ایک دوسرے سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور رواداری کا بنیادی اُصول دیا کہ ہم دوسری قوموں کے افراد کو اپنے جیسا ہی سمجھیں کیونکہ اسی وقت ہم ان سے رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے دوسروں کو کمتر، حقیر اور ذلیل درجے کا انسان سمجھا تو پھر ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا برتاؤ محال ہوگا۔

حریت وآزادی ضمیر: معاشرے میں پُر امن ماحول قائم کرنے کے لیے آزادی کا ہونا بے انتہا ضروری ہے۔ حریت و آزادی انسانی تکریم کے مظاہر میں سے ایک اہم مظہر ہے۔ اسلام نے اسے انسان کا پیدائشی اور فطری حق سمجھا ہے۔ جبر وسختی کو ناجائز اور حرام بتایا ہے۔ اسلامی شریعت نے دین حق کے اختیار کے لیے کسی پر جبر واکراہ کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ "فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر" (الکہف: ۲۹) اسلام اپنے مخالفین پر ظلم وستم کو کبھی روا نہیں رکھا اور نہ ہی زبردستی ان کے حقوق پر قبضہ جمایا بلکہ تمام کے حقوق کی رعایت کی۔

عبادت گاہوں کا تحفظ اور مذہبی رواداری: اسلامی ریاست نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو اپنے مذہب اور اعتقادات پر باقی رہنے اور اپنے مذہبی شعائر اور مذہبی مراسم کی ادائیگی کے لیے مکمل آزادی دی ہے۔ کسی کو اپنے دین وعقیدہ بدلنے پر مجبور نہیں کرتی۔ اسلامی حکومت ان کے پرسنل لا میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے صلح کیا، اس کی دفعات میں سے یہ بھی ہے: "الا تهدم لهم بيعة ولا يخرج لهم قس، ولا يفتنوا عن دينهم ما لم يحدثوا حدثا او يأكلوا الربا". (ابوداؤد، حدیث ۳۰۴۱، وسکت عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین کا تعامل بھی اسی طرح کا رہا ہے۔

حسن سلوک اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرنا: اسلامی ریاست کے نظم وضبط اور شہریوں کے بنیادی حقوق میں سے ایک حق یہ بھی بتاتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ عدل وانصاف اور مساوات قائم کیا جائے۔ ان کے ساتھ خیر خواہی، مروت اور حسن سلوک و رواداری کا مظاہرہ کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور نہ ہی ان کے خلاف کسی سازش میں مبتلا ہوں جیسا کہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کے فرمان: لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - (الممتحنۃ ۸) کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کی مثالیں کتب سیر وتواریخ میں محفوظ ہیں۔ ایک یہودی غلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم تھا۔ بیمار ہوا۔ رسول اللہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس کے سرہانے بیٹھ کر اس سے مخاطب ہوئے: اسلیم اسلام لے آؤ۔ غلام نے اپنے والد کی طرف نگاہ اُٹھائی جو وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: ابوالقاسم کی اطاعت کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے یہ فرماتے ہوئے نکلے: "الحمد لله الذي أنقذه النار." (اخرجہ البخاری، حدیث ۱۳۵۶)(وسنن ابی داؤد: حدیث ۳۰۹۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بکری ذبح کر کے چمڑا اُتار رہا تھا۔ ابن عمرؓ اس سے مخاطب ہوئے: اے غلام! فارغ ہوتا تو بکری کا گوشت سب سے پہلے میرے پڑوسی کو دینا۔ کہا گیا کہ وہ تو یہودی ہے تو فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے پڑوسی کی بابت اس قدر وصیت فرمائی ہے کہ یہ خدشہ ہو گیا کہ اسے وارث بنا دیں گے۔ يوصي بالجار حتى خشينا انه سيورثه." (اخرجہ مسلم حدیث: ۶۲۵ ۲ وصحیح الادب المفرد، حدیث: ۹۵)

معاشرتی کفالت کرنا: معاشرتی واجتماعی کفالت یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جسے اسلام غیر مسلموں کے ساتھ نبھاتا ہے۔ وہ غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے زیر نگیں رہتے ہیں۔ اسلام ایسے لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت لیتا ہے۔ اسلامی سوسائٹی میں ان کا پاس ولحاظ اسی قدر رہتا ہے جو سلوک ایک مسلم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں اس کے نمونے درج ہیں جس کی ایک جھلک چند نمونوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ عہد صدیقی میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کو جو پیمان لکھا، اس میں مذکور ہے کہ ذمیوں میں سے کوئی شخص پیرانہ سالی کے سبب ناکارہ عمل ہو جائے، یا آفات ارضی وسماوی میں سے کسی آفت میں مبتلا ہو جائے یا کوئی امیر وغنی فقیر ہو جائے اور اس کے اہل مذہب صدقے سے اسے تعاون کرنے لگیں تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل وعیال کی کفالت کی جائے۔ (اسلام کا اقتصادی نظام) عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن گشت پر نکلے۔ ایک بوڑھے ذمی شخص کو دیکھا، بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے گئے، گھر میں جو میسر تھا اسے دیا اور بیت المال کے خزانچی کو یہ ہدایت فرمائی: اللہ کی قسم! ہمارا یہ انصاف نہیں کہ ہم جوانی میں ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں انھیں بھیک کی ذلت کے لیے چھوڑ دیں۔ قرآن کریم کی آیت میں فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے مساکین ہیں۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام لوگوں سے جزیہ معاف کر کے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا۔ (موسوعہ فقہ عمر ۲۳۹، بحوالہ عمر بن الخطاب: شخصیت اور کارنامے، ص: ۴۱۰)

جنگ اور دشمنوں کے ساتھ سلوک: یہی نہیں بلکہ لڑائی اور جنگ کے موقع پر بھی اسلام نے انتہائی رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ اگر چہ دشمن نے شدید دشمنی قتل وغارت گری، ظلم وجور اور بے رحمی کی ابتدا کرنے اور اسے انتہا تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ہو۔ مگر اسلام نے ایسے مشکل وقت میں بھی اعلیٰ درجے کی ہمدردی، انتہائی رواداری اور بے مثل تحمل وبرداشت کی تعلیم دی ہے اور ایسا محیر العقول نمونہ دکھایا ہے جسے دیکھ اور سن کر دنیا حیران اور ششدر رہ جائے۔ اسلام نے حالت جنگ میں بھی دشمن سے پوری رواداری برتنے کی تلقین کی ہے مثلاً جنگ میں ظلم وزیادتی، حد سے تجاوز کرنے اور جنگ میں خود پیش قدمی اور پہل کرنے سے منع کیا ہے۔ اسلام نے دشمن کے قاصدوں کو امن دیا، چنانچہ مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کی گستاخی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو كنت قاتلا رسولا لقتلتكما." (البدایہ والنہایہ: ۳/۴۷) دشمنوں کی عورتوں، بچوں اور معذور لوگوں کو مارنے سے منع کیا۔ سرسبز کھیتوں، پھل دار درختوں کو کاٹنے روندنے اور برباد کرنے سے منع کیا۔ عبادت گاہوں کو ڈھانے، عابدوں اور مذہبی بزرگوں کو قتل کرنے سے روکا۔ اسیران جنگ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین اور ان کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا۔ "و يطعمون الطعام على حبه مسكينا و يتيما و اسيرا." (الدھر: ۸) دشمن اپنے کو کمزور دیکھ کر اگر صلح کی پیش کرے تو اسے قبول کر لینے کا حکم دیا۔ "و ان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله" (الانفال: ۶۱) نقض عہد کی ممانعت فرمائی۔ پناہ میں آ جانے والے غیر مسلم کو امن دینے اور عافیت سے رکھنے کی تاکید فرمائی: وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ - (التوبۃ: ۶) لوٹ کے مال کو حرام قرار دیا جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان رجلا قال يا رسول الله رجل يريد الجهاد في سبيل الله و هو يبتغي عرضا من عرض الدنيا فقال لا اجر له: الحدیث اخرجہ ابوداؤد، حدیث: ۲۵۱۶) و في رواية للترمذي كان النبي صلى الله عليه و سلم ينهى عن النهبة و قال من انتهب نهبة فليس منا (ترمذی حدیث (۱۶۰۱) اسی طرح معاہدہ کرنے والے ذمیوں اور غیر مسلموں کی جان ومال عزت وآبرو کی پوری حفاظت کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا۔ اس طرح کی اور بہت سی حیرت انگیز رعایتیں اسلام نے اپنے زیر نگیں غیر مسلم رعایا کو دی ہیں اور برتی ہیں۔ نیز جس وسعت وفیاضی کے ساتھ انھیں شہری حقوق دیے ہیں، ان کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا جو برتاؤ کیا ہے، اس کی نظیر بلاشبہ اس دور تمدن و تہذیب میں نہیں ملتی، یہ رواداری اور یکجہتی کا سلوک اسلام کا امتیازی وصف ہے اور اس کی خصوصیت ہے۔ ایسی رواداری اور برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ اسلام سے پہلے یا بعد میں کسی سلطنت، حکومت یا بادشاہ کے دور حکومت میں نہیں ملتا۔ تاریخ کے صفحات ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ کاش عصر حاضر کے حکمراں اسلام کی ان بیش بہا تعلیمات سے درس عبرت لیتے اور اپنی اپنی رعایا کو خوش حال اور اپنے ممالک کو پرسکون وپر امن بنا کر اچھی حکمرانی کے لیے داد وتحسین لیتے۔ رب دو جہاں اسلام کو سر بلندی عطا فرمائے اور حکمرانوں کو راج دھرم نبھانے اور رعایا کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اخبار جہاں

محمد اسعد اللہ قاسمی

قذافی سے لاکھوں ڈالر حاصل کرنے پر سابق فرانسیسی صدر کے خلاف مقدمہ

فرانسیسی عدالت نے 2007 کی صدارتی مہم کے لیے لیبیا کے رہنما معمر قذافی کی حکومت سے لاکھوں ڈالر کی غیر قانونی رقم وصول کرنے پر سابق صدر نکولس سرکوزی کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دیا ہے، امریکی نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق نیشنل فنانشل پراسیکیوٹر جین فرینکوئس نے جمعہ کو اعلان کیا کہ ایک دہائی سے جاری تحقیقات مکمل ہوگئی ہیں اور ٹرائل جنوری سے اپریل 2025 تک ہوگا، نکولس سرکوزی کو کرپشن کے کئی کیسز کا سامنا ہے جن میں سے دو میں انہیں سزا بھی ہوچکی ہے، انہوں نے تمام کیسز میں صحتِ جرم سے انکار کیا ہے، لیبیا کے کیس میں انہیں غبن، کرپشن اور صدارتی مہم کے لیے غیر قانونی فنڈنگ کا الزام عائد کیا گیا ہے، اس کیس میں وہ 2013 سے زیر تفتیش ہیں۔

ڈنمارک میں قرآن مجید کو نذرِ آتش کرنے پر پابندی لگانے کی قانون سازی

ڈنمارک کی حکومت نے کہا ہے کہ وہ ایسی قانون سازی پر غور کررہی ہے جس کے تحت عوامی مقامات پر قرآن مجید کو نذر آتش کرنا غیر قانونی قرار دیا جائے گا، خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق ڈنمارک کے اس بیان کو متعدد اسلامی ملکوں کے ساتھ بڑھتی کشیدگی کم کرنے کی ایک کوشش کے طور پر دیکھا جارہا ہے، ڈنمارک کے وزیر انصاف پیٹر حاملگارڈ نے جمعہ کو ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ ’حکومت ایسی قانون سازی تجویز کررہی ہے جس کے تحت ایسی چیزوں کے ساتھ نامناسب انداز اختیار کرنے پر پابندی ہوگی جو کسی مذہب کے ماننے والی کمیونٹی کے عقائد کے لیے اہمیت کی حامل ہوں، ان کا کہنا تھا کہ ’مجوزہ قانون سازی کے تحت ایسے کام قابل سزا ہوجائیں گے جیسا کہ عوامی مقامات پر قرآن مجید یا تورات کو نذر آتش کرنا (ایجنسی)

سعودی عرب میں تاریخی کھدائیوں کے دوران نئی دریافتیں

سعودی عرب میں تاریخی ورثے کے ادارے نے 2023 میں تاریخی کھدائیوں کے دوران عسیر ریجن کے العبلا مقام پر نئی دریافتوں کا اعلان کیا ہے، عاجل ویب سائٹ کے مطابق آثار قدیمہ کے ادارے نے بتایا کہ ’ماہرین کی ٹیم نے العبلا مقام پر بعض عمارتوں کے نیچے پانی کے ٹینک دریافت کیے ہیں جہاں بارش کا پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا، العبلا کے مقام پر پکی مٹی کے متعدد چولہے بھی دریافت کیے گئے ہیں، پانی ذخیرہ کرنے کا یہ طریقہ کار منفرد تھا، اس دور کے لوگ گھروں کی چھتیں خاص انداز سے بناتے تھے، جس کی بدولت بارش کا پانی پتھروں سے بنی نالیوں یا پکی مٹی کی نالیوں کے ذریعے عمارتوں کے نیچے موجود ٹنکیوں میں چلا جاتا تھا، ماہرین آثار قدیمہ نے بیضوی شکل کے پانی کے حوض بھی دریافت کیے ہیں، حوض کے اندرونی حصے میں ایک خاص قسم کا مادہ لگایا جاتا تھا جس کی بدولت پانی محفوظ ہوجاتا اور ضرورت پڑنے پر اس سے فائدہ اٹھایا جاتا، ماہرین نے العبلا کے مقام پر پکی مٹی کے متعدد چولہے بھی دریافت کیے ہیں۔

مکہ میں حسن قرآت کے شاہ عبدالعزیز بین الاقوامی مقابلے کا آغاز

خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں جمعہ کو حسن قرات کا بین الاقوامی شاہ عبدالعزیز مقابلے کا آغاز ہوگیا، اس کا اہتمام مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں سعودی وزارت اسلامی امور دعوت ورہنمائی کررہی ہے، ایس پی اے کے مطابق قرآن کریم کے حفظ، حسن قرأت اور تفسیر کے مقابلے میں شرکت کرنے والے تمام امیدوار مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہیں، مقابلے کے ابتدائی دور میں جیتنے والے فائنل کے لیے کوالیفائی کریں گے، وزیر اسلامی امور ڈاکٹر عبداللطیف آل الشیخ کا کہنا ہے کہ ’مقابلے میں اول آنے والوں کیلیے انعامی رقم بڑھا دی گئی ہے، پہلے زمرے میں اول آنے والے کو پانچ لاکھ ریال کا انعام دیا جائے گا، مالدیپ کے وزیر مملکت برائے اسلامی امور الیاس جمال نے عرب نیوز کو بتایا ’یہ مقابلہ اب تک کے سب سے بڑے بین الاقوامی مقابلوں میں سے ایک ہے، انہوں نے بتایا کہ اس سال اس مقابلے میں مالدیپ سے دو افراد حصہ لے رہے ہیں، تیونس کی اسلامی فکر کے ادارے کے سربراہ ڈاکٹر خالد ترودی نے کہا ’سعودی عرب نے کئی دہائیوں سے قرآن پاک کو حفظ کرنے، اس کی تلاوت اور تفسیر کو اہمیت دی ہے جس کی وجہ سے قرآن کی تعلیم دنیا بھر میں عام ہوگئی ہے۔

مہنگائی نے مزید 7 کروڑ افراد کو انتہائی غربت میں دھکیل دیا: ایشین ڈویلپمنٹ بینک

کورونا وائرس کی عالمی وبا اور قیمتوں میں اضافے نے ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں تقریباً 7 کروڑ مزید افراد کو انتہائی غربت میں دھکیل دیا ہے، خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق ایشین ڈویلپمنٹ بینک نے جمعرات کو جاری رپورٹ میں کہا ہے کہ گزشتہ سال کے اعداد و شمار کے مطابق ایشیا اور پیسیفک کے ترقی پذیر ممالک میں تقریباً 15 کروڑ 52 لاکھ یعنی علاقے کی آبادی کا 3.9 فیصد افراد انتہائی غربت میں رہ رہے ہیں، ترقی پذیر ایشیا میں جاپان، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے علاوہ ایشیا پیسفک کی 46 معیشتیں شامل ہیں۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک (اے ڈی بی) کے چیف اکنامسٹ البرٹ پارک کا کہنا ہے کہ ایشیا اور پیسفک کے ممالک آہستہ آہستہ کورونا سے بحال ہورہے ہیں لیکن مہنگائی نے غربت کو ختم کرنے کی کوششوں میں پیش رفت کو شدید متاثر کیا ہے، 2017 کے اعداد و شمار کے مطابق انتہائی غربت کی تعریف 2.15 ڈالر یومیہ سے کم پر زندگی گزارنے کے طور پر کی گئی ہے، زیادہ تر ممالک میں افراط زر گزشتہ سال کئی برس کی بلند ترین سطح پر پہنچ گیا ہے، جس سے تقریباً ہر شخص متاثر ہوا ہے، لیکن غربت کے شکار افراد زیادہ بری طرح متاثر ہوئے ہیں، غریبوں کے لیے کھانے اور ایندھن پر خرچ کرنا تو مشکل ہوا ہے ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولیات کے لیے بچت کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

امارت پبلک اسکول کے لیے

عربی، اردو، انگریزی اور حساب کے لئے تجربہ کار اور باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت

حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے اسکولوں میں عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے کے لئے باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ہے جو عربی، اردو، انگریزی اور حساب پڑھانے پر دسترس رکھتے ہوں اور امارت شرعیہ کی فکر اور مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ خواہش مند امیدوار اپنے ہاتھوں لکھی درخواست، بایوڈاٹا، اسناد کی فوٹو کاپی اور موبائل نمبر کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر 31؍اگست 2023 تک ارسال کریں۔ ساتھ ہی درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھی بھیج دیں۔ انٹرویو کی تاریخ سے بعد میں بذریعہ فون مطلع کیا جائے گا۔ منتخب امیدوار کو امارت شرعیہ کے ذریعہ چلنے والے اسکولوں میں سے کسی بھی اسکول میں بھیجا جاسکتا ہے۔

ڈاک کا پتہ: ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔801505

ای میل آئی ڈی: nazimimaratshariah@gmail.com

تعلیم و روزگار

سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی الیکشن کیس میں گرفتاری اور رہائی

سابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے 2020 کے انتخابی نتائج میں ردوبدل کے الزام کے تحت درج مقدمے میں سرنڈر کرتے ہوئے گرفتاری دی تاہم انہیں ضمانت کے لیے مقرر کردہ دو لاکھ ڈالر کے بانڈ کی ادائیگی کے بعد رہا کردیا گیا، برطانوی خبر رساں ایجنسی روئٹرز کے مطابق جارجیا کے شہر اٹلانٹا میں فلٹن کاؤنٹی جیل میں گرفتاری کے بعد ڈونلڈ ٹرمپ کی دیگر قیدیوں کی طرح مگ شاٹ تصویر بنائی گئی اور امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی سابق صدر کا مگ شاٹ جاری کیا گیا، اس مگ شاٹ کے بعد ٹرمپ گینگسٹر ال کیپون، بدمعاش فرینک سیناترا اور دیگر ہائی پروفائل امریکیوں کی فہرست میں شامل ہوگئے ہیں جن کی جیل میں تصاویر لی گئی تھیں، ڈونلڈ ٹرمپ نے ایکس (سابق ٹوئٹر) پر اپنے مگ شاٹ کی تصویر شیئر کرتے ہوئے طنزیہ لکھا کہ ’انتخابات میں مداخلت: کبھی سرنڈر نہ کرو، حکام نے توقع ظاہر کی تھی کہ وہ فلٹن کاؤنٹی جیل میں ڈونلڈ ٹرمپ کا مگ شاٹ لے سکیں گے، یہ اُن کے لیے پہلا موقع تھا؛ کیونکہ ٹرمپ کو دیگر مقدمات میں پیشی کے وقت تصویر لینے کے لیے نہیں بٹھایا گیا تھا، ڈونلڈ ٹرمپ تقریباً 20 منٹ جیل میں رُکے اور پھر وہاں سے نکل کر اٹلانٹا کے ہارٹس فیلڈ جیکسن ہوائی اڈے کی جانب بڑھ گئے جہاں نجی جیٹ ان کا منتظر تھا، سابق صدر کے جیٹ طیارے نے واپسی کے لیے نیوجرسی کے گالف کلب کی جانب اُڑان بھرلی۔

عمران خان کی سزا معطلی کی درخواست پر سماعت ملتوی، کمرۂ عدالت میں نعرے بازی

اسلام آباد ہائی کورٹ نے سابق وزیر اعظم عمران خان کی سزا معطلی کی درخواست پر سماعت پیر تک ملتوی کردی ہے جس پر چیئرمین تحریکِ انصاف کے وکلا نے کمرہ عدالت میں احتجاج کیا اور شیم شیم کے نعرے بھی لگائے، چیف جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ جسٹس عامر فاروق کی سربراہی میں دورکنی بینچ نے جمعہ کو عمران خان کی سزا کی معطلی کی درخواست پر سماعت کی، الیکشن کمیشن کے وکیل امجد پرویز ایڈووکیٹ بیماری کے باعث عدالت میں پیش نہیں ہوئے، ان کی غیر موجودگی میں معاون وکیل نے پیروی کی، اس موقع پر جسٹس عامر فاروق نے کہا کہ سزا معطلی کی درخواست کروشل اسٹیج پر ہے، اگر امجد پرویز آجاتے تو 15 سے 20 منٹ میں دلائل مکمل ہوجاتے تھے، الیکشن کمیشن کے معاون وکیل نے عدالت کو بتایا کہ ڈاکٹر نے امجد پرویز کو آرام تجویز کی ہے، عدالت سے استدعا ہے کہ سماعت پیر تک ملتوی کی جائے، عمران خان کے وکیل لطیف کھوسہ نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ ایک شخص 20 روز سے جیل میں ہے جس پر جسٹس عامر فاروق نے کہا کہ ٹرائل کورٹ نے جو کیا وہ غلط کیا، یہ ایک شخص کے بنیادی حقوق کا معاملہ ہے۔

مانو، فاصلاتی کورسس میں داخلوں کی آخری تاریخ میں توسیع

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں تعلیمی سیشن 2023-24 میں فاصلاتی طریقہ تعلیم کے پروگراموں میں آن لائن داخلے کی آخری تاریخ میں 26؍ستمبر 2023 تک توسیع کی گئی ہے، جب کہ فیس کی ادائیگی 30؍ستمبر تک کی جاسکتی ہے، پروفیسر رضاء اللہ خان، ڈائرکٹر نظامت فاصلاتی تعلیم کے بموجب فاصلاتی طرز پر داخلے کے کورسز میں ایم اے (اردو، ہندی، انگریزی، عربی، تاریخ، اسلامک اسٹڈیز)، بی اے، بی کام، بی ایس سی (لائف سائنسز)، بی ایس سی (فزیکل سائنسس)، ڈپلوما ان (جرنلزم اینڈ ماس کمیونیکیشن، ٹیچ انگلش، ابتدائی بچپن کی نگہداشت و تعلیم اور اسکول کی قیادت و انتظام)؛ سرٹیفکیٹ کورس (اہلیت اردو بذریعہ انگریزی اور فنکشنل انگلش) شامل ہیں۔

ای پراسپکٹس اور آن لائن درخواست فارم ویب سائٹ dde/manuu-edu-in/dde کے داخلہ پورٹل manuuadmission-samarth-edu-in پر دستیاب ہیں۔ مندرجہ بالا پروگرامس میں داخلے کے لیے درخواست فارم اور ای۔پراسپکٹس 2023-24 کے مطابق دی گئی رجسٹریشن فیس کے ساتھ جمع کرنا ہوگا اور اسناد کی تصدیق کے بعد پروگرام فیس کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ امیدوار مزید تفصیلات کے لیے طلبہ رہبری یونٹ ہیلپ لائن 91-040-23008463 اور 91-040-23120600 (2208&2207) پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی میموریل ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (ITI) ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف پٹنہ میں درج ذیل دوسالہ ٹریڈ کے سال 2023 میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس طلبہ حسب ذیل نمبرات پر رابطہ کرسکتے ہیں: (۱) الیکٹرونکس (۲) فیٹر (۳) ڈرافٹسمین سول (۴) الیکٹریشین (۵) ریفریجریشن اینڈ ائیر کنڈیشنگ (۶) پلمبر (ایک سال)

رابطہ کے لئے نمبرات:

8825126782, 9835012335, 9304924575

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

قوم کے نام حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی کا خط

محترمی وکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آپ کے علم میں ہے کہ ہریانہ کے ضلع نوح (علاقہ میوات) جہاں سے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کی عظیم محنت شروع کی، ان دنوں فرقہ وارانہ فساد کا شکار بنا ہوا ہے، وہاں کے باشندگان کا زبردست مالی نقصان ہوا ہے، گھروں اور دکانوں کو نذر آتش کر دیا گیا، لوٹ لیا گیا اور میڈیا رپورٹس کے مطابق بارہ سو (1200) سے زائد گھروں کو حکومت نے منہدم کر دیا، اس لیے یہ خاندان اپنے نونہالوں کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں کھلے آسمان کے نیچے فرقہ پرست عناصر کے نرغہ میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، مصیبت کی اس گھڑی میں ان کے کام آنا اور ان کی مدد اسلام کی اہم تعلیم ہے جس پر امارت شرعیہ بلا تفریق مذہب وملت عمل کرتی آ رہی ہے، امارت شرعیہ نے اپنا فریضہ سمجھ کر ان مظلوم بے سروسامان خاندانوں کی مدد کا فیصلہ کیا ہے، اس لیے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس مشکل گھڑی میں اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کا آنسو پوچھیں اور ان کی بھرپور مدد کریں، امارت شرعیہ کی روایت کے مطابق سب سے پہلے خود امارت شرعیہ کے ذمہ داران، خدام اور کارکنان نے اس مد میں اپنا تعاون پیش کیا ہے اور ایک دن سے لے کر ایک مہینے تک کا شہریہ انہوں نے ریلیف فنڈ میں دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو بہتر بدلہ دے۔ (آمین)

آپ سے بھی گزارش ہے کہ اس مد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنا بیش قیمت تعاون اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے لیے پیش کریں؛ تاکہ ریلیف کا زیادہ سے زیادہ کام انجام دیا جا سکے، متاثرین اور ان کے خاندان اپنی زندگی کی تعمیر نو کر سکیں اور بچوں کا تعلیمی نظام جاری ہو سکے، اللہ ہم سبھوں کا حامی وناصر ہو۔

جمع شدہ رقم چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں بھی بھیجی جا سکتی ہے اور براہ راست امارت شرعیہ کے مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں بھی بھیج سکتے ہیں۔

امید کہ آپ کا مالی تعاون ان کی پریشانیوں کو کم کرنے اور امید کی کرن بحال کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا، ان شاء اللہ ہم سب مل کر نوح (میوات) میں نمایاں اور مثبت تبدیلی لا سکتے ہیں، اس اہم معاملہ پر توجہ دینے کے لیے آپ کا بے حد شکریہ..والسلام

(احمد ولی فیصل رحمانی)

امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:
Relief Fund Imarat Shariah

یا مندرجہ ذیل اکاؤنٹ پر براہ راست رقم بھیجیں

Name:-Relief Fund Imarat Shariah
Bank:-Axis Bank
A/c No:-918020100932926
IFSC Code:-UTIB0001664
Baranch:-Anisabad Patna

یونیفارم سول کوڈ ہمارے لئے قابل قبول نہیں: آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے لا کمیشن کے چیئر مین، دیگر ممبران اور افسران سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور یونیفارم سول کوڈ پر بورڈ کے موقف کو پیش کیا

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۲۴/اگست ۲۰۲۳ء کو لا کمیشن کے چیئر مین، دیگر ممبران اور افسران سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور یونیفارم سول کوڈ پر بورڈ کے موقف کو پیش کیا نیز ایک یادداشت بھی چیئر مین کو پیش کی۔

بورڈ کے ترجمان ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس نے پریس کو بتایا کہ وفد کی قیادت بورڈ کے صدر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کی اور وفد میں پروفیسر ڈاکٹر سید علی محمد نقوی (شیعہ طبقہ) اور انجینئر سید سعادت اللہ حسینی (امیر جماعت اسلامی ہند)، نائب صدور، بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد فضل الرحیم مجددی، سینئر ایڈوکیٹ جناب یوسف حاتم مچھالا، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)، ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام مسجد فتح پوری)، ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد (چیف ایڈیٹر لا جرنل)، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس (ترجمان بورڈ)، پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی (ممبر ورکنگ کمیٹی) اور ایڈوکیٹ نبیلہ جمیل (ممبر بورڈ) شامل تھے۔

یہ ملاقات لا کمیشن کے چیئر مین کی دعوت پر ہوئی تھی۔

سب سے پہلے لا کمیشن کے چیئر مین نے اپنا اور لا کمیشن کے دیگر ذمہ داران کا تعارف پیش کیا۔ بورڈ کی جانب سے ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس نے سب سے پہلے مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجمالی تعارف پیش کیا بعد ازاں صدر، دیگر ذمہ داران اور ارکان بورڈ کا تعارف پیش کیا۔ جب لا کمیشن کے چیئر مین نے یونیفارم سول کوڈ پر بورڈ کا موقف جاننا چاہا تو صدر بورڈ نے تفصیل سے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ ایک ایسے ملک میں جس میں مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے لوگ رہتے ہوں، سب کے لئے یونیفارم سول کوڈ بنانا کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔ اس لئے بھی کہ ہر طبقہ اور مذہبی گروہ کو اپنے رواج اور کسٹم سے لگاؤ ہوتا ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کا پرسنل لا قرآن وسنت پر مبنی ہونے کی بناء پر ان کے لئے کوئی بھی ایسا قانون جو قرآن وسنت سے متصادم ہو ہرگز بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ آپ نے بتایا کہ قانون شریعت کے دو بنیادی ماخذ ہیں۔ ایک قرآن وسنت اور دوسرا قرآن وسنت کی روشنی میں کیا گیا اجتہاد۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے وہ مسلمانوں کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے، البتہ وقت اور حالات کی مناسبت سے علماء کے اجتہادات میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

مولانا نے آگے فرمایا کہ 21 ویں لا کمیشن نے ہمارے سامنے متعین سوالات رکھے تھے اور دو بار لا کمیشن کے ساتھ ملاقات میں ہم نے ہر سوال کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیا تھا، جسے بعد میں تحریری شکل میں بھی داخل کر دیا گیا۔ توقع تھی کہ 22 واں لا کمیشن بھی اسی طرح مسلم پرسنل لا کے تعلق سے ان کے جو سوالات ہیں، اسے پیش کرے گا اور اس پر ہم سے جواب طلب کرے گا۔ تاہم اس بار لا کمیشن نے اہل ملک سے یو سی سی پر ان کا موقف جاننا چاہا ہے۔ جو کہ ہم نے تفصیل سے اور ہماری درخواست پر لاکھوں مسلمانوں نے لا کمیشن کو فراہم کر دیا ہے۔

لیگل کمیٹی کے کنوینر جناب ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالا نے کہا کہ حکومت نے یونیفارم سول کوڈ پر جو تین رکنی کمیٹی بنائی ہے اس کے کنوینر جناب سشیل مودی نے پریس میں کہا ہے کہ یو سی سی سے قبائلی طبقات اور شمال مشرقی ریاستوں کے عیسائی مستثنیٰ ہوں گے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ پھر مسلمان کو اس سے کیوں استثناء نہیں دیا جا رہا ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ صرف مسلمانوں کو ہی یو سی سی کا ہدف بنایا جائے گا۔ حکومت کے پاس کون سے اعداد وشمار ہیں جس کو سامنے رکھ کر وہ پرسنل لاز میں تبدیلی کرنا چاہتی ہے۔ اس موقعہ پر مداخلت کرتے ہوئے لا کمشن کے چیئر مین نے کہا کہ متعین طور پر بتائیے کہ بچیوں کی کم عمری میں شادی پر آپ حضرات کی کیا رائے ہے۔ اس پر صدر بورڈ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے شادی کی کوئی عمر متعین نہیں کی ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ جب عورت اور مرد شادی کے تقاضے پورے کرنے کے قابل ہو جائیں تو وہ شادی کر سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر قاسم رسول الیاس نے کہا کہ شادی کے لئے بلوغت کو معیار بنایا گیا ہے تاہم اگر آپ مسلم معاشرہ کا جائزہ لیں گے تو پائیں گے کہ عام طور پر جب لڑکیاں تعلیم سے فارغ ہوتی ہیں تو ان کی شادی بالعموم 18 سال کے بعد ہوتی ہے۔ سینئر ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالا نے کہا کہ جہاں تک کم عمری کی شادی کی بات ہے اس کا انحصار سماجی واقتصادی صورت حال پر ہے۔ جن لوگوں کی سماجی واقتصادی حالت بہتر ہے وہاں اس کا رواج نہیں ہے۔ لہٰذا اصل سوال یہ ہے کہ کیا حکومت لوگوں کی سماجی واقتصادی حالت بدلنے کی طرف توجہ دے گی، ہمارے نزدیک یو سی سی دراصل مسلمانوں کی دینی شناخت کو متاثر کرنے کا ایک بہانہ ہے، مچھالا صاحب نے کہا کہ ہندو کوڈ بل میں ہندوؤں کو HUF (Hindu Individed Family) کے تحت جو رعایت دی جاتی ہے اس سے ملک کا ٹیکس (Revenue) بہت متاثر ہوتا ہے، اس پر چیئر مین لا کمیشن نے کہا کہ آپ کے پاس کوئی ڈاٹا ہے، اس پر جناب یوسف حاتم مچھالا نے جسٹس وانچو کمیٹی کی رپورٹ کا حوالہ دیا، پھر یہ دریافت کیا کہ اگر حکومت یونیفارم سول کوڈ لانے پر مصر ہے تو کیا وہ HUF کو ختم کرے گی یا اس کا فائدہ سب کو پہنچائے گی، اس پر چیئر مین نے کہا کہ یہ ہمارا کام نہیں ہے اس کا تعلق انکم ٹیکس ڈپارٹمنٹ سے ہے، کمیشن نے جب متعہ شادی پر سوال اٹھایا تو اس کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر سید علی محمد نقوی نے کہا کہ یہ اجازت استثنائی صورت کے لئے ہے اور اب یہ تقریباً ختم ہو چکا ہے، نہ ہندوستان میں اور نہ ہی ایران میں اس کا چلن ہے، ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد نے کہا کہ متعہ شادی کا اب کوئی چلن نہیں ہے تاہم میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جب سپریم کورٹ لیوان ریلیشن شپ (Live in Relationship) جائز مانتا ہے اور بغیر شادی کے چند ماہ، چند مہینہ، چند سال یا تمام عمر ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہے تو اس صورت میں متعدد شادی پر اعتراض کیوں؟

ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد نے کہا کہ خود ہمارا دستور بھی یونیفارم نہیں ہے اور تنوع کو پسند کرتا اور اس کو تحفظ دیتا ہے، چیئر مین او ستھی نے کہا کہ ہم شریعت کے کسی مسلم قانون کو متاثر نہیں کرنا چاہیں گے؛ لیکن جو غلط باتیں در آئی ہیں ان کو ایڈریس کرنا چاہتے ہیں مثلاً جنسی تفریق یا صنفی مساوات، قانون کی نگاہ میں مرد وعورت کی برابری کا مسئلہ، بچے کو گود لینے کا مسئلہ وغیرہ، اسلام گود لینے کے تصور کے مخالف ہے تاہم کوئی گود لینا چاہے تو اس کو منع بھی کرتا ہے، اس پر اگر کوئی چیز لائی جاتی ہے تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے، صدر بورڈ نے کہا کہ یتیم ونادار بچوں کی پرورش و کفالت پر اسلام نے بہت زور دیا ہے تاہم وہ گود لینے کے ایسے تصور کے مخالف ہے جس میں گود لئے ہوئے بچے کی حیثیت حقیقی اولاد کی ہو جائے، اس سے شریعت کے بہت سے احکام متاثر ہو جاتے ہیں بالخصوص جائیداد کی تقسیم کا معاملہ، یا محرم ونامحرم کے مسائل وغیرہ۔

پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی نے کہا کہ اسلام صنفی مساوات کے بجائے انصاف کی بات کرتا ہے، اسلام میں عورت پر کوئی خانگی ذمہ داری نہیں ہے، بیوی بچوں کی کفالت، اپنے ماں باپ کی کفالت اور گھر چلانے کی پوری ذمہ داری مرد پر ہے، عورت اگر کوئی ملازمت کرتی ہو یا اس کی کوئی جائیداد ہو تب بھی مرد اسے مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ گھر چلانے میں اس کا ہاتھ بٹائے، عورت پوری طرح اپنے مال میں تصرف کا بھی اختیار رکھتی ہے، دوسری طرف نہ صرف باپ کی جائیداد میں سے حصہ ملتا ہے؛ بلکہ اپنے شوہر، اولاد اور بھائی کی جائیداد میں بھی اس کا حصہ متعین ہے، اس طرح اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں ہے؛ بلکہ اس کے برعکس شادی کے وقت مرد اپنی منکوحہ کو مہر دیتا ہے، گفتگو میں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، محترمہ نبیلہ جمیل نے بھی حصہ لیا۔

آخر میں ایک بار پھر صدر بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے یہ واضح کر دیا ہے کہ قرآن وسنت کے جو احکامات ہیں وہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں ہم اس میں کسی بھی ردوبدل کے نہ خود مجاز ہیں اور نہ ہم کسی اور کو اس کی اجازت دے سکتے ہیں، نکاح وطلاق، وراثت وغیرہ کے احکامات (Shariat Application Act 1937) کے تحت ملک میں تسلیم شدہ ہیں۔ قانون شریعت، رواجی قانون نہیں ہے بلکہ اللہ اور رسول کی طرف سے ودیعت کردہ ہے، ملک کے دستور کے بنیادی حقوق کے باب میں بھی اسے تسلیم کیا گیا ہے۔

آخر میں بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد فضل الرحیم مجددی نے بورڈ کی طرف سے تیار کردہ جواب تحریری طور پر چیئر مین لا کمیشن کو پیش کیا، چیئر مین لا کمیشن نے صدر بورڈ ودیگر ارکان وفد کا شکریہ ادا کیا، صدر بورڈ نے بھی چیئر مین لا کمیشن کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہماری درخواست کو قبول فرما کر ہمیں ملاقات کا موقع دیا۔

Scanned with CamScanner

میوات شمالی ہند کا مسلم اکثریتی خطہ

چودھری آفتاب احمد، سابق وزیر ہریانہ

میوات شمالی ہند کا وہ مسلم اکثریتی خطہ ہے، جسے ملک کی آزادی کے بعد بنی نئی ریاستوں راجستھان، پنجاب اور اترپردیش میں منقسم کردیا گیا تھا، حالانکہ ریاستیں زبانوں اور بولیوں کی بنیاد پر بنی تھیں، میوات کی اپنی بولی تھی، لیکن پھر بھی خطہ میوات کے ٹکڑے کرکے اسے تین حصوں میں بانٹ دیا گیا، 1947 میں تقسیم وطن کے وقت اس خطہ کے مسلمانوں نے پاکستان نہ جاکر بھارت میں ہی رہنے کو ترجیح دی تھی، کیونکہ باباۓ قوم مہاتما گاندھی نے میوات کے بڑے گاؤں گھاسیڑہ آکر میوات کے مسلمانوں سے بھارت نہ چھوڑنے کی اپیل کی تھی، میواتیوں نے مہاتمہ گاندھی کی اپیل کو سرآنکھوں پر رکھا اور من وعن بھارت میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا، مہاتمہ گاندھی کے اوپر میوات کے مسلمانوں کا یہ احسان رہا ہے کہ انہوں نے مہاتمہ گاندھی کی نہ صرف اپیل پر عمل کرکے مہاتمہ گاندھی کو عزت بخشی، بلکہ امن پسند زندگی گزارتے ہوۓ ہندو مسلم اتحاد کو بھی قائم رکھا، ملک میں ہوۓ 2014 کے پارلیمانی انتخابات سے قبل اور بعد میں شرپسندوں کی طرف سے میوات کو منی پاکستان کہا جانے لگا، گویا یہ منی پاکستان ان کی نظروں میں کھٹکنے لگا تھا، نریندر مودی کی قیادت میں 2014 میں جبکہ بی جے پی مرکز اور اس کے بعد ہریانہ کے اقتدار میں آئی تو آر ایس ایس اور اس کی شدت پسند ذیلی تنظیموں نے میوات کا رخ کرنا شروع کردیا، میوات کے لئے اسپیشل غنڈوں کے ایک دل کو گؤ رکشک کا نام دے کر میوات کے مسلمانوں پر حملے کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔

میوات میں گاۓ کی حفاظت کے نام پر ان نام نہاد گؤ رکشکوں کے ذریعہ نہ صرف مسلم نوجوانوں کے ساتھ مار پیٹ کی گئی، بلکہ کئی مسلم نوجوانوں کے بے رحمی سے شہید کردیا، سڑک کنارے بریانی بیچنے والوں کی بریانی تک چیک کی گئی کہ کہیں اس بریانی میں گاۓ کا گوشت تو نہیں ملا ہوا ہے؟ میوات راجستھان کے بھرت پور اور الور ضلع کے علاوہ بھواڑی تک پھیلا ہوا ہے، اترپردیش میں متھرا ضلع کے کچھ حصے اور علی گڑھ ضلع کے جمنا سے لگتے ہوۓ دیہات تک پھیلا ہے، ہریانہ میں میوات کو ضلع بھی بنادیا گیا ہے، ضلع کا ہیڈ کوارٹر نوح میں ہے، بعد میں ضلع کا نام میوات سے بدل کو نوح ہی رکھ دیا گیا ہے، راجستھان میں میوات کا ایک بڑا حصہ لگتا ہے، میوات کے اس حصہ میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے، جن دو مسلم لڑکوں ''ناصر اور جنید'' کا گؤ رکشک دل کے سرغنہ مونو مانیسر اور اس کے غنڈوں نے قتل کیا تھا وہ راجستھان کے حصہ والے میوات کے بھرت پور ضلع کے رہنے والے تھے، راجستھان میں اسی سال کے آخر میں اسمبلی کے انتخابات ہونے ہیں، نوح میں جو وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل کے غنڈوں نے فساد برپا کیا ہے، وہ راجستھان کے اسمبلی انتخابات کو ہندو مسلم میں پولرائزیشن کرنے کے لئے کیا گیا ہے، یہی نہیں یہاں پر ایک تیر سے کئی نشانے سادھنے کی کوشش بھی کی گئی ہے، کیونکہ اگلے سال کے شروع میں لوک سبھا کے انتخابات ہونے ہیں اور اس کے بعد اگلے سال کے آخر میں ہریانہ اسمبلی کے انتخابات بھی ہونے ہیں، یعنی ہریانہ، راجستھان اور ملک بھر میں میوات کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے لئے خطرہ بتا کر الیکشن جیتنے کا ایک منصوبہ بند پلان کیا گیا تھا، لیکن بی جے پی کے اس منصوبہ کو ہندوؤں کے ہی ان بڑے طبقوں نے ناکام بنادیا ہے جو ملک میں امن پسندی کو ترجیح دیتے ہیں۔

ملک میں آزادی ملنے کے بعد پہلی مرتبہ ہوۓ پارلیمانی انتخابات میں مولانا ابوالکلام آزاد اسی حلقہ کی گڑگاؤں سیٹ سے کامیاب ہوۓ تھے، اس کے بعد گڑگاؤں اور فریدآباد سیٹ پر برابر مسلم امیدوار پارلیمانی انتخابات میں 1989 تک کامیاب ہوتے رہے ہیں، 1989 میں آخری بار مسلم امیدوار کے طور پر میرے والد چودھری خورشید احمد جنتادل کے ٹکٹ پر فریدآباد سیٹ سے کامیاب ہوۓ تھے، پھر کسی مسلمان کو جیتنا تو دور کسی پارٹی کی طرف سے لوک سبھا کا ٹکٹ تک نہیں دیا گیا، اس کی وجہ یہ رہی کہ گڑگاؤں اور فریدآباد میں ہندوؤں کی آبادی تیزی سے بڑھتی چلی گئی، آبادی بڑھنے کے پیچھے یہاں پر صنعتوں کا کھلنا اور پرائیویٹ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے دفاتر کھلنا رہا ہے، جب فریدآباد اور گڑگاؤں میں ہندوؤں کی آبادی بڑھتی تو اس سے میوات خطہ کی مسلم آبادی کا گڑگاؤں اور فریدآباد کی آبادی کے مقابلہ توازن گرنے لگا، یعنی ہندوؤں کے مقابلہ مسلمانوں کی آبادی پارلیمانی سیٹوں میں کم ہوتی چلی گئی، اس طرح اپنے ہی حلقہ کی دو پارلیمانی سیٹوں کو مسلمانوں نے حکومت کی پالیسیوں کے تحت گنوادیا، راجستھان کے بھرت پور اور الور ضلع میں بھی پارلیمانی سیٹوں میں ہندو آبادیوں کو شامل کرکے اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ کوئی مسلمان الیکشن لڑنا تو دور کسی پارٹی سے ٹکٹ بھی نہ مانگ سکے، میوات کی تقسیم سے مسلمانوں کو چار پارلیمانی سیٹوں اور کئی اسمبلی سیٹوں کا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

پولرائزیشن کی پالیسی کے تحت وہ کہتے ہیں کہ ہندو خطرہ میں ہے، ہم کہتے ہیں کہ میوات کے مسلمانوں کا سکون پچھلے نو سالوں سے خطرہ میں ہے، ووٹ ڈوائنڈیشن کی بی جے پی کی پالیسی نے میوات کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے لئے خطرہ بنا کر پیش کرنا جو شروع کردیا ہے، اس سے سمجھدار سیکولر ذہن ہندو اتفاق نہیں کررہے ہیں، البتہ جنہیں عام زبان میں اندھ بھگت کہا جارہا ہے، وہ سچائی کو چھپا کر بھی جھوٹ کو سچ مان ہی لیتے ہیں، میوات میں جو کچھ ہوا ہے یا اب جو ہورہا ہے، اس کے پیچھے کی سازش کا سب کو پتہ ہے، اسی لئے زیادہ تر ہندو میواتیوں کے حق میں اتر آۓ ہیں، میوات میں پیش آۓ واقعہ کے پیچھے صاف عیاں ہوگیا ہے کہ اس سارے معاملہ کا ماسٹر مائنڈ مونو مانیسر اور بٹو بجرنگی ہے، ان کے پیچھے کون ہے یہ بھی سب کو معلوم ہو ہی گیا ہے، ہندوؤں کے جلوس میں ہوۓ پتھراؤ، آگ زنی اور گولی باری کے بعد حکومت کی یک طرفہ کارروائی کے تحت گرفتاریاں اور میواتیوں کے دکانوں ومکانوں پر بلڈوزر چلانے سے بتارہی ہیں کہ مونو مانیسر اور بٹو بجرنگی کی پیٹھ کے پیچھے یہی طاقتیں کھڑی ہیں، کیونکہ یہ طاقت راجستھان، ہریانہ کے اسمبلی الیکشن ہارنے جارہی ہے، یہی نہیں لوک سبھا کے انتخابات میں بھی ان کی حالت خراب ہورہی ہے، عام ووٹران کی غلط پالیسیوں سے تنگ آکر اپوزیشن پارٹیوں کی طرف رخ کررہا ہے، اسی بوکھلاہٹ میں بی جے پی ہندو مسلم دونوں کے پولرائزیشن کی طرف بڑھ رہی ہے، ابھی ان کا شکار میوات بنا ہے، میوات کے واقعہ سے بی جے پی بیک فٹ پر آگئی ہے، انتخاب سے پہلے یہ کیا کیا کھیل کھیلیں گے، دیکھنا باقی ہے، اب ووٹر بھی پہلے کے مقابلہ سمجھدار ہوگیا ہے کہ جھوٹ زیادہ دن چلا نہیں کرتا، جیت آخر سچائی کی ہی ہوتی ہے، ضرورت ہے ان کے منصوبوں کو سمجھنے اور انہیں ناکام کرنے کی، اگر ہم آج بھی نہ سمجھ سکے تو ہمارے، ہماری نسلوں اور ہمارے ملک کے حق میں آنے والا وقت اچھا نہیں ہوگا۔

تعلیمی معیار کے لئے عملی اقدام کی ضرورت

مولانا میر زاہد مکھیالوی

نظامِ تعلیم اور نظامِ تربیت دینی مدرسوں کے دو ایسے بنیادی عناصر ہیں جن کو معیاری اور مستحکم بنانے کے لیے جلسوں، میٹنگوں اور منصوبوں سے زیادہ ضروری عملی اقدامات ہیں، اس وقت ہماری ان معروضات کا اصل مقصد اپنے ہم مشرب اہل مدارس کو تعلیم وتربیت کے معیار اور استحکام کے لیے عملی اقدامات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اگر واقعی ہم مخلصانہ طور پر ادارہ چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں درج ذیل اُمور کو سنجیدگی سے اپنانا ہوگا۔

(۱) لائق اور باصلاحیت مدرسین کا انتخاب کریں، گرانی کے مدنظر اور یہ سوچتے ہوۓ کہ مدرس بھی ہماری طرح ایک انسان ہے، اس کے بھی بشری تقاضے ہیں، بہت زیادہ نہیں تو اچھی مناسب تنخواہ اس کے لیے تجویز کریں۔ نیز کوشش کریں کہ اس کے لیے فیملی کواٹر (رہائشی مکانات) کا نظم بھی مدرسہ کی جانب سے ہوجاۓ، یقیناً اس کا فائدہ ادارہ کی طرف لوٹے گا۔ (۲) ہفتہ میں نہیں تو پندرہ روز میں ضرور اپنے مدرسین کو بیٹھا کر کتاب ''مثالی استاذ'' میں سے کچھ مضمون سنائیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق مذاکرہ کریں۔ (۳) ہر ماہ تعلیمی جائزہ کا نظام بنائیں، عربی درجات نہ ہوں تو حفظ وناظرہ اور تجوید وغیرہ کے درجات میں آپ خود یا اپنے معتمد سے تعلیمی تحریری جانچ کرائیں جانچ کا پرچہ اس طرح مرتب ہو کہ ہر بچہ کی ہر ماہ کی تعلیمی کیفیت اور ایام حاضری محفوظ ہوجائیں؛ تاکہ اگلے ماہ جائزہ میں فرق سامنے آجاۓ، کمزوری بدستور رہنے کی صورت میں استاذ سے بازپرس ہو۔ (۴) عربی درجات اگر قائم ہیں تو ماہانہ اور سالانہ نصاب تعلیم کی مقدار ضرور متعین فرمائیں، نیز ہر ماہ مدرسین سے ہر کتاب کی مقدار خواندگی لکھ کر اپنے پاس جمع کریں؛ تاکہ ہر مہینہ کی تدریسی مقدار سامنے رہے۔ (۵) ایک ادارہ کے ذمہ دار ومہتمم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک گھنٹہ تدریس کے لیے ضرور رکھیں؛ تاکہ اپنے اسلاف واکابر کی پاکیزہ روایت کی اتباع کے ساتھ اپنا ذاتی نفع بھی ہو، اگر فارسی وعربی کی جماعتیں نہ ہوں تو شعبۂ تحفیظ القرآن کے بچوں کا اُردو نصاب وغیرہ کا ہی گھنٹہ اپنے لیے لازم کرلیں۔ (۶) تعلیمی اُمور سے متعلق اگر کوئی مدرس مشورہ پیش کرے تو اس کو یکسر نظر انداز نہ کریں؛ بلکہ اس کو سنجیدگی سے سن کر ادارہ کے مفاد میں مناسب اقدام کریں۔ (۷) ششماہی وسالانہ امتحان کا انعقاد باقاعدگی کے ساتھ ہو عجلت اور خانہ پُری کے پہلو کو نظر انداز کرتے ہوۓ فراغت واطمینان کے ساتھ تقریری وتحریری امتحان کا نظم کیا جاۓ۔ اچھے باذوق مدرسین کو مدعو کریں اور بوقت امتحان ان سے واضح طور پر بتادیں کہ امتحان کا رسمی تاثر نہ لکھ کر طلبہ کی انفرادی یا اجتماعی خامی، کمزوری کی نشاندہی کریں؛ تاکہ اس کے ازالہ کی مثبت کوشش بآسانی اساتذۂ کرام انجام دے سکیں۔ نیز ممتحن حضرات کی نشان زدہ خامیوں اور غلطیوں پر کبیدہ خاطر نہ ہوں؛ بلکہ خوش دلی کے ساتھ ان کو قبول کریں اور مہمان ممتحن حضرات کو اپنا خیر خواہ ومحسن تصور کرتے ہوۓ اپنے ادارہ میں انھیں بلانے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ خامیاں سامنے آنے پر مدرسین کو اصلاح کا موقع دیں، ان سے بدظن نہ ہوں اور نہ ان کو معزول کرنے کا خیال کریں۔ (۸) طلبہ کی تعطیل پر قابو پانے کے لیے مناسب ضابطہ تجویز کرنا ضروری خیال کریں، علاقائی طلبہ کے لیے بھی اور دوسرے صوبوں واضلاع کے طلبہ کے لیے بھی ان کے حسب حال غور وفکر کے بعد ایسا اُصول بن جاۓ کہ طلبہ چھٹیاں کم لیں اور اپنے اوقات کی پابندی کریں۔ (۹) موبائل کے تعلق سے چشم پوشی قطعاً نہ کی جاۓ، خاص طور پر چپ والا موبائل اگر کسی طالب علم کے پاس سے برآمد ہو، اس کو منع کریں اور نہ ماننے کی صورت میں اس کو ادارہ میں ہرگز نہ رکھیں۔ گاہ بگاہ طلبہ کی نگرانی کے لیے چند اساتذہ کو مقرر کردیں؛ تاکہ چند فاسد مزاج طلبہ کی وجہ سے پورے مدرسہ کا تعلیمی ماحول متاثر نہ ہو۔ (۱۰) مدرسہ کے منتظم ومہتمم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا زیادہ وقت مدرسہ میں گذرے شدید تقاضے ہی میں سفر ہو، بعض مدرسوں کے ذمہ دار حضرات کئی کئی ماہ چندہ کے لیے سفر میں رہتے ہیں، حتیٰ کہ بعض حضرات تو ششماہی یا سالانہ امتحان میں بھی موجود نہیں رہ پاتے، اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ تعلیم چوپٹ ہوجاتی ہے۔ (۱۱) ایک ادارہ کے سربراہ وذمہ دار کے لیے جس طرح ادارہ کے تعلیمی وانتظامی اُمور میں سرپرست حضرات سے مشاورت لازم ہے، اسی طرح اپنی نگرانی واصلاحِ نفس کے لیے بھی اپنا بڑا کسی کو مقرر کرنا ضروری ہے۔ صلحاء ومشائخ، مرشدین کاملین ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں، مہتمم صاحب جب اپنی اصلاحی وابستگی کسی بزرگ سے رکھیں گے تو عملہ کے افراد پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ (۱۲) تعلیمی سال کے آغاز میں اگر ہوسکے تو اپنے ادارہ میں زیر تعلیم بچوں کے سرپرست حضرات کی ایک میٹنگ ضرور منعقد ہوجاۓ۔ اس میں تعلیمی امور سے متعلق چند ضروری باتیں سرپرستوں سے زبانی ہو کہ بچہ کی تعلیم میں اہل خانہ مزید اعانت کس طرح کریں، گھر جانے پر بچہ کی نگرانی، خرچ کے لیے زیادہ رقم اس کے ہاتھ میں نہ دینا، غلط مصاحبت سے بچہ کو کیسے بچایا جاۓ وغیرہ ان باتوں کو تحریری طور پر مرتب کرکے سرپرستوں کے حوالہ بھی کردیں؛ تاکہ وہ ان کو سامنے رکھیں اور مدرسین کی کوششوں کے ساتھ اہل خانہ بھی بچہ کی اخلاقیات سنوارنے میں معاون ثابت ہوسکیں۔ (۱۳) مہتمم وذمہ دار حضرات اکثر نمازیں اپنے ادارہ کی مسجد میں ادا کرنے کا التزام کریں؛ تاکہ طلبہ کی نمازوں کے تعلق سے صحیح صورت حال سامنے آتی رہے۔ ذمہ دار کی موجودگی یقیناً مدرسین وملازمین کو فکرمند رکھتی ہے اور کام صحیح ہوتا رہتا ہے۔

اس تفصیل کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مہتمم وناظم بحیثیت اہتمام وانتظام اپنی توجہ مدرسہ کے تعلیمی وداخلی اُمور پر متواتر رکھیں، طلبہ ومدرسین کے متعلق جو معروضات پیش کی گئیں ان کو عمل میں لائیں۔ تو ان شاء اللہ تعلیم وتربیت میں بہتری آۓ گی اور رفتہ رفتہ تعلیمی معیار میں ترقی کے آثار شروع ہوں گے۔ تعطیل اور موبائل فون کے تعلق سے یا ہر ماہ تعلیمی جانچ کی وجہ سے ہوسکتا ہے کچھ طلبہ مدرسہ سے چلے جائیں اس سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، ہماری نظر کمیت کے بجاۓ کیفیت پر رہے، طلبہ سو کی بجاۓ پچاس رہ جائیں؛ لیکن مال فریش اور صاف ستھرا تیار ہو، اس سے مدرسہ کا معیار بنے گا۔ رہا مسئلہ چندہ کا کہ طلبہ کی تعداد کم ہونے سے چندہ کم ہوگا، ایسا بھی نہیں؛ بلکہ کام کی قدر کرنے والے اللہ کے نیک بندے ضرور متوجہ ہوں گے۔ مدرسہ چلانے اور اس کے معیار تعلیم وتربیت کو اچھا بنانے کے لیے ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے کا سلسلہ شروع کریں، متقدمین حضرات تابعین وصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور پیارے معلم ومربی محسن انسانیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معلمی کے پاکیزہ دور کو اسوہ بنانے کی فکر کریں اور ہمارے مدارس کی جڑیں ہمیشہ مدرسۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط ومستحکم رہیں در اصل یہی ہمارا اولین مقصد ہے اور اسی میں فلاح دارین مضمر ہے۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

Scanned with CamScanner

بے باک اور تکان نا آشنا ایک عبقری منتظم

مفتی ابو ابراہیم مشیر عالم قاسمی

ہمت وجرأت، بیباکی وثبات قدمی، عزم وحوصلہ، دور اندیشی و اعلیٰ ظرفی، خاندانی عظمت وحشمت اور ذاتی قیادت وسیادت سے لیس شخصیت کا نام ہے "سہیل احمد ندوی"۔ جو اپنی متنوع خوبیوں اور صلاحیتوں کی بنیاد پر امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور امارت کے تحت چلنے والے ٹیکنیکل، ہوسپٹل، پارہ میڈیکل اور دار العلوم الاسلامیہ جیسے بے شمار شعبوں کے سکریٹری اور ذمہ دار تھے۔ خداوند متعال کی جانب سے ودیعت کردہ اپنی ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کی بناء پر ابتداء ہی سے اکابر علماء کے یہاں مقبول اور معتمد رہے ہیں۔ فراغت کے بعد سب سے پہلے حضرت امیر شریعت رابع مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی کی نظر انتخاب آپ پر پڑی، آپ کی صلاحیت کو بھانپتے ہوئے حضرت امیر شریعت رابعؒ نے جامعہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر مین تدریسی خدمت انجام دینے کا حکم دیا۔ لیکن خدا کو منظور کچھ اور ہی تھا۔ خدا آپ سے امارت کے پلیٹ فارم سے امت کی قیادت وسیادت کی عظیم خدمت لینا چاہتا تھا۔ لہذا حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب کے اصرار اور حکم کی بنا پر امارت شرعیہ کے دفتر نظامت میں ایک کارکن کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے۔ جس کا سلسلہ تا حیات جاری رہا۔ اس پورے عرصہ میں اپنی حسن کارکردگی اور فعالیت کی وجہ سے امارت سے وابستہ تمام اکابر کی بھرپور محبت اور اعتماد حاصل کرنے میں پورے طور پر کامیاب رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ ریٹائر ہونے کے باوجود امارت کے دسیوں شعبوں کے بے داغ اور قابل فخر ذمہ دار تھے۔

اگر یہ سچ ہے اور یقیناً ہے کہ توفیق وصلاحیت بندوں میں محض خدا کی طرف سے تقسیم ہوتی ہے، اور یہ کہ باری تعالیٰ ہی وقت کے تقاضے کے مطابق رجال کار پیدا کرتا ہے تو یقیناً یہ بھی سچ ہے کہ خدائے قدیر نے مولانا کو بیدار مغز اور باتوفیق بنا کر پیدا کیا ہے۔ خدا نے انہیں دو ایسے زبردست اوصاف سے نوازا تھا، جو ان کو معاصر علماء وقائدین سے ممتاز کرتے ہیں۔ یعنی: جرأت اور جہد مسلسل، چنانچہ وہ تمام حوصلہ شکن حالات کے باوجود خودداری وخود اعتمادی کے ساتھ زندہ رہنے کے جذبہ سے سرشار تھے۔ ملی وقومی زندگی کی بے حساب و بے رحم ناہمواریاں ان کے صبر وعزیمت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہتی تھیں۔

دار العلوم الاسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ میں جس بیباکی، جرأت اور ہوشمندی کا برملا اظہار کیا اس کی کوئی نظیر نہیں؛ بلکہ مجھے کہنے دیجیے کہ اس موقع سے اگر حضرت والا میدان میں آگے نہ آئے ہوتے تو کسی اور کیلئے دار العلوم الاسلامیہ کے گیسوئے برہم کو سنوارنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہوتا۔ اس موقع سے دار العلوم الاسلامیہ پر امارت کے مکمل کنٹرول کے بعد جانب مخالف سے بڑے پیمانہ پر یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ: "دار العلوم الاسلامیہ کی قیادت مولانا سہیل صاحب کے بس کی نہیں ہے"؛ لیکن حضرت نے نہایت ہی ہوشمندی اور خوش اسلوبی سے اس کو سنبھالا اور پورے طور پر ادارے کو استحکام بخشا۔ آج الحمد للہ دار العلوم الاسلامیہ حضرت کی گرمیٔ نفس اور عقابی دور اندیشی کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ لالہ زار ومرغزار بنا ہوا ہے، اس کی باد نسیم کی عطر بیز خنک کی چاہت طالبین، مستفیدین، محبین اور معاونین کیلئے روز بروز افزوں ہوتی ہی جا رہی ہے، اساتذہ وطلبہ ہر ایک حضرت کے معتقد وشیدائی اور احترام میں پلکیں بچھائے نظر آتے رہے، دار العلوم الاسلامیہ میں ان کی آمد سے اساتذہ اور طلبہ میں ایسے ہی مسرت وشادمانی اور خود اعتمادی کی لہر دوڑ جاتی تھی جیسے گھر والوں میں قابل فخر باپ کی طویل مدت کے بعد آمد پر۔

شروع ہی سے حضرت کی زندگی اور محنت کا محور ومرکز پارہ میڈیکل اور ٹیکنیکل انسٹی چیوٹ رہا اور آج بھی سن رسیدگی کے باوجود اپنی محنت وتوانائی کا بہت بڑا حصہ اسی پر صرف کرتے رہتے تھے، ان شعبوں میں وقت کے اعتبار سے بہت سی مفید اور کارآمد اصلاحات واقدامات کیں، جن کی وجہ سے ان کا نظام تعلیم وتربیت بہت زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوا اور انتظامی ڈھانچوں کو اعلیٰ پیمانہ پر کارگر بنانے میں کافی مدد ملی۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سے فارغ طلبہ ملک وبیرون ملک کے مختلف حصوں میں چمکتے دمکتے اور امارت کے انتساب پر فخر کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح "حضرت ابو المحاسن محمد سجاد میموریل ہوسپٹل" کے ذریعہ مولانا کی زبردست خدمات اور اس کے گوشے گوشے میں ان کے فکر وعمل کے نمایاں لازوال نقوش ہمیشہ ناقابل فراموش رہیں گی۔ حضرت کی سعی مسلسل، ان کی بے پناہ بیدار مغزی اور ہوشمندانہ قیادت کے طفیل میں ہوسپٹل کے کام کاج جس بام عروج کو پہونچا ہے وہ قابل فخر اور تاریخ امارت کا ایک حسین باب ہے۔

حضرت کا کتابی چہرہ، اونچی ناک، دراز قد، کشادہ پیشانی، بڑی بڑی بولتیں آنکھیں، آواز صاف، کشیدہ قامت، چال میں متانت، چہرہ پر وقار، آنکھوں میں ذہانت کی چمک اور تأمل وفکر کی جھلک، رفتار میں سرعت، گفتار میں سنجیدگی، ان تمام خوبیوں کو دیکھ کر از خود یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کسی غیر معمولی اصل کے فرع اور کسی شجرۂ طوبیٰ کی خوبصورت وزالی شاخ ہے۔

حضرت نہایت ظریف الطبع، خوش مزاج، خوش فکر، جملہ سنج، کشادہ قلب، فیاض نفس، ارادے کے پختہ، دل کے مضبوط اور صاف دل کے مالک تھے، ساتھ ہی وہ حد درجہ سنجیدہ وباوقار بھی تھے۔ علماء دین کی مجلس ہو یا جدید تعلیم یافتہ دانش وروں کی بزم، ہر جگہ اپنی نشست وبرخاست سے یگانہ ہی لگتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کثرت مزاح سے وقار مجروح ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کا وقار جاتا رہتا ہے۔ اس اصول پر عمل کرتے ہوئے بہت سے لوگ از مہد تا لحد اپنے منھ کا زاویہ خراب کیے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ جس دن تبسم ریز ہوں گے یا ہنس پڑے یں گے تو کوئی بڑا واقعہ ضرور رونما ہو جائے گا، ہوسکتا ہے کہ قیامت بھی آجائے؛ لیکن حضرت کا معاملہ اس کے بالکل ہی برعکس تھا، اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہمیشہ ان کا رویہ ہسنے ہنسانے اور ہمسری ودوستانہ کا ہوتا تھا، اپنے ماتحتوں پر عہدہ ومنصب کا رعب گانٹھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا، اپنے ماتحتوں سے انتہائی خوش مزاجی مگر اسی کے ساتھ انتہائی درجہ کی سنجیدگی کے ساتھ کام لینے کا ہنر حضرت کو خوب آتا تھا۔ خوش مزاجی اور سنجیدگی ان دونوں مسلکوں میں ان کے یہاں اس قدر غیر معمولی توازن ہوتا تھا کہ اس کی وجہ سے نہ کبھی وقار مجروح ہوتے ہوئے دیکھائی دیتا، اور نہ ان کے اعتبار اور رعب وداب میں کمی در آتی ہوئی دکھائی دیتی۔

اللہ ان کی تمام مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، اور ان کی لغزشات کو حسنات میں مبدل فرمائے۔ آمین۔

سہیل احمد ندوی

کیف تیل پوری

اے قضا! اب کے برس دو دو روح کو قفس عنصری سے نکال کر ملکِ عدم لے جانے میں تم نے کوئی تأمل نہیں کیا اور وہ بھی دیوراج کی سرزمین سے، کندھولیا کے انجینئر عزیزی بدیع الزماں کو خلد آشیانی کر کے اور دوسرا فیصلہ مولانا سہیل احمد ندوی کو علیین میں لے جانے کا کر کے، جو ہمارے ہم عمر اور کلاس فیلو جناب الحاج شکیل احمد (M.Sc) مرحوم کے بیٹے تھے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ "First Thing must be done first" پہلی کھیپ کے ہم لوگ Que میں تھے تو سلسلہ توڑ کر ہرے میوے کو کیوں شاخ سے جدا کر دیا گیا؟

اے قضا! شاید آپ کے گرد وپیش قضیئے آگئے جن پر سماعت کر کے شرعی نقطۂ نظر کا اعلان کرنا تھا۔ سہیل احمد ندوی کا تعلق نزاعات وقضیات سے ان کے دفتر کے ذریعہ تفویض کردہ ایک ڈیپارٹمنٹ سے تھا۔ اس معاملے میں انسب واکمل۔ یہی ملے تو پھر ان کا جانا بھی ضروری ہوگیا۔ اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ "It is too dangeous to be too good" یہی ہوا نہ۔ اس کے ہونے کا صحیح وقت یہی تھا۔ ہم لوگ دو نمبر کے آدمی ٹھہرے۔ جب ایک نمبر کا آدمی نہیں ملے تو پھر ہمارے دروازے پر دستک دی جا سکتی ہے بادل ناخواستہ، طوعاً وکرہاً ہم آہی جائیں گے۔ آپ کی مرضی سے۔

میں نے اپنے اس تمہیدی خیال کو غالب کی غزل کے ایک شعر سے مستعار لیا ہے وہ اپنے بھتیجے کی قبل از وقت موت سے متاثر ہو کر بولتے ہیں کہ لین دین کے معاملے میں تم تو اتنے کھرے نہیں تھے۔ ملک الموت کو کچھ اور دن تقاضے کرتے ہوئے دیکھتے، ان کے مطابق یہی چاہیے تھا۔

تم اتنے کھرے تو نہیں تھے، داد وستد میں ☆☆ ☆ کرتا جو ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

لیت ولعل، ٹال مٹول کیا جاتا، یہ شاعر کا تمسخرانہ انداز ہے، اس نے بات میں بات ملائی ہے۔ حالانکہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ مرحوم سے مجھے غایت درجہ کی محبت تھی، اس لئے ان کی محبت میں مذکورہ بالا سطور نوکِ قلم کی زینت بن گئیں۔ مرنجانِ مرنج طبیعت کے مالک سہیل اپنے بزرگوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ میرے پاس دو دو بار آئے اپنے ابا کے متعلق کچھ حالات تحریر کرانے کے لئے۔ ان کے ساتھ مفتی مشیر احمد بسیٹھا والے بھی تھے۔ انہیں خبر تھی کہ میں دیوراج کی تاریخ "پروفائل آف دیوراج" کے نام سے لکھی ہے۔ سہیل صاحب کو شوق ہوا اپنے پردادا مرحوم جناب حاجی عدالت حسین پر تحقیقی کام کرنے کا۔ میں نے "پروفائل آف دیوراج" ان کے حوالے کر دیا۔ جس سے بہت استفادہ ومواد لے کر سنوارا اور سجایا ہے۔ کتابی صورت دینے کے خیال سے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ہی انتقال فرما گئے "He died i harness" خیر میں زندہ ہوں۔ وعدہ کیا اس کو تکمیل تک پہنچانے کا۔ اس مسودے کی ایک کاپی مجھے بھیجی گئی ہے۔ میرا مفید اور ایماندارانہ مشورہ ہوگا کہ جہاں سے جو حوالہ لیا گیا ہے، اسے خلوصِ دل سے تسلیم کرتے ہوئے رقم کیا جائے؛ تاکہ ہاتھ بٹانے والے کو شکایت کا موقع نہ رہے ورنہ کتاب چھپ جانے کے بعد تنقیص اور تنقید نہیں رکے گی، جس نے بھی محنت سے مواد اکٹھا کیا ہے اس کو خون پسینہ ایک کرنا پڑا ہے، اس تحقیقی خرمن کے خوشہ چین کی طرف سے بھی سراہنا مل سکے۔ قلمکار تو اور بھی لالچی ہوتا ہے۔ تحسین وتعریف کا۔ اس لئے قلمکار کی ذات کے اس پہلو سے چشم پوشی کرنا ادبی گناہ ہے۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اپنا کوئی قریبی آدمی اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہوا پکڑا جائے۔ اے مرحوم سہیل احمد ندوی کی حمیدہ وستودہ اور پاک وصاف روح مبارک! آج آپ لحد میں آرام فرما ہیں مگر پردادا جن کی یادگار کے تصورات آپ کے سامنے آتے ہوں گے اور دل مسوس کر رہ جاتا ہوگا کہ کاش کچھ اور دن صفحۂ ہستی پر برقرار رہتا تو اس کام کو بخوبی تمام کر دیتا؛ مگر ایسا نہیں ہو سکا، دل کی بات دل ہی میں رہ گئی، اپنے لوگوں کو اس منصوبے کی خبر مل چکی ہے کہ آپ نے مطلوبہ یادگار کتاب کا مسودہ تیار کر لیا ہے۔ نظر ثانی اور قدرے اصلاح کی ضرورت رہ گئی ہے۔ یہ بار گراں موضع بسٹھا کے ساکن جناب مفتی مشیر عالم قاسمی کے کندھوں پر ہے۔ وہ آپ کے معتبر مشیر کار اور پیرو رہے۔ اس لئے میں بھی ان پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ وہ اس کو اپنا فرض تصور کریں اور اس کی انجام دہی میں چاق وچوبند رہ کر مجھ سے بھی ملنے کا وقت نکال لیں۔ خدا نے آپ کے پہلو میں کام کرنے کا نیک جذبہ عطا کیا ہے۔ سہیل احمد صاحب کے نہیں رہنے پر بھی مجھے پورا پورا یقین ہے کہ جیسے آپ مرحوم کی زندگی میں ان کا ساتھ دیتے رہے اس میں کوئی کمی یا کسر آنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں نے آپ کو جانا اور پہچانا بھی ہے؛ کیونکہ دو دو بار کی دیر تک ملاقات نے مجھے آپ کے قول وقرار پر دلجمعی عطا کی ہے۔

سہیل ندوی نمونۂ کار اور یکتائے روزگار تھے، آپ لاکھوں میں ایک نہیں؛ بلکہ کروڑوں میں لاجواب تھے۔ بقول کے

ع ڈھونڈھوگے ہمیں ملکوں ملکوں ☆ ☆ ☆ ملنے کو نہیں نایاب ہیں ہم

ایک شاعر نے بالکل صحیح بات کہی ہے۔

بڑی مدت پہ ساقی دیکھتا ہے ایسا دیوانہ ☆ ☆ ☆ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

تیز وطرار لوگ نوعمری میں ہی تعجب خیز کمالات کا اکتساب کر لیتے ہیں۔ قدرت ان پر خاص طور سے مہربان ہو کر ژرف بینی، معاملہ فہمی اور ادراک عطا کرتی ہے جو زمانے بھر میں مشہور ومعروف ہو جاتے ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر نے اپنے ہی متعلق کمال کا شعر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ہے رشک ایک خلق کو جوہرؔ کی موت پر ☆ ☆ ☆ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

مولانا سہیل احمد ندوی کی موت میں بکھی ہائی اسکول کے فیلڈ میں جنازے میں شریک بڑی تعداد میں علماء وفضلاء رہے ہوں گے، یہ سعادت کس کے نصیب میں آنے والی ہے مشہور شاعر جگر مرادآبادی نے کہا ہے کہ۔

فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں ☆ ☆ ☆ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

ناچیز کا ایک شعر بھی اسی مفہوم کی ترجمانی کرتا ہے۔

کہاں سب کو مناسب منصب واعزاز ملتا ہے ☆ ☆ ☆ بڑی مشکل سے کوئی صاحب آواز ملتا ہے

زندگی میں ان سے چند منٹوں کے لئے صرف دو بار ملاقاتیں ہوئی ہیں جو تا ہنوز تشنہ اور خواب جیسی ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مواد جمع کرنے کے بعد کچھ کہہ پاؤں گا۔

Scanned with CamScanner

میرے پیارے ابو جان

زہیر احمد بن مولانا سہیل احمد ندویؒ

میرے پیارے ابو جان: حضرت مولانا سہیل احمد ندویؒ ایک قابل فخر مثالی باپ تھے، ان کے اندر بے شمار خوبیاں پنہاں تھیں، ایک اچھے عالم ہونے کے ساتھ بے مثال، فعال اور بیدار مغز کارجین بھی تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ سنت نبوی کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے، آپ گھر میں عام آدمیوں کی طرح سے بلاتکلف رہتے تھے۔ بلند آواز سے کبھی کلام نہیں کرتے اور نہ ہی کبھی تیوری چڑھاتے، اور نہ ہم لوگوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں اور شرارتوں پر بہت زیادہ بھڑکتے تھے، سب سے نرم خو، اخلاق کریمانہ کی بارشیں برسانے والے، ہمیشہ ہنسنے وہنسانے والے، ایک لازوال بشاشت اور غیر مفتوح مسکراہٹ کے وہ پیکر جمیل تھے۔

والد صاحبؒ کبھی بھی بڑکپن کا اظہار نہیں کرتے؛ بلکہ ہمیشہ گھل مل کر رہنے کے عادی تھے، ایسا لگتا کہ ہم لوگ اپنے کسی بڑے کے ساتھ نہیں؛ بلکہ دوست کے ساتھ ہیں، وہ ہمیشہ کہتے کہ: جب باپ کا چپل بیٹے کے پیر میں آنے لگے تو اب دوستی والا تعلق ہونا چاہیے۔ غصہ بہت کم ہوتے تھے، ہم میں سے اگر کسی سے کسی لغزش کا صدور ہو جاتا تو بہت شفقت اور پیار بھرے انداز سے سمجھاتے، نیز عام لوگوں کے ساتھ بھی ان کا یہ برتاؤ تھا کہ کسی کے سامنے کسی کو بے عزت اور ذلیل نہیں کرتے؛ بلکہ بعد میں مناسب موقع دیکھ کر سمجھا دیتے۔

آپ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے، کسی سے اپنا کام کرانے اور شاخ چمن پر بوجھ بننا نہیں چاہتے تھے، بلکہ حتی الامکان اپنا کام خود ہی کر لیتے، اگر والدہ محترمہ کسی کام میں مشغول ہوتیں یا سوئی ہوتیں تو چائے وغیرہ خود ہی بنا لیتے۔ والدہ روکھا سوکھا جو بھی بنا دیں نہایت ہی بشاشت سے تناول فرما لیتے، کبھی بھی نہیں دیکھا یہ کہتے ہوئے کہ یہ لاؤ، وہ لاؤ، یہ کھانا ٹھنڈا کیوں ہے، گرم کیوں نہیں ہے، دوپہر میں دفتر سے آتے تو منتظر نہیں ہوتے کہ ہمارے لئے دسترخوان لگایا جائے، اور اس کے لئے امی جان کو زحمت دیں، اگر امی جان بیدار ہوتیں تو خود دسترخوان لگاتیں، ورنہ والد صاحب خود ہی نکال کر تناول فرما لیتے، والدہ کو ڈانٹتے اور درشت بات کہتے ہوئے کبھی نہیں پایا، گویا کہ: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي کا عملی نمونہ تھے، والد ماجد صاحب کھانے کے باب میں پھل کے بہت ہی شوقین تھے۔

والد صاحب ہمیشہ میل ملاپ اور آپسی بھائی چارہ کی بہت ہی تاکید کرتے تھے، چونکہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اس لئے تمام بھائیوں کو اپنی اولاد کی طرح رکھتے تھے، دادا جان کے انتقال کے بعد بھی کبھی بھی بھائیوں سے کسی طرح کا حساب وکتاب نہیں کیا، سب کو ملا کر چلتے تھے، میری اہلیہ کو ہمیشہ اپنی سگی بیٹی کا لاڈو پیار دیا، وہ ہمیشہ مجھ کو کہتے کہ اپنے ساتھ اپنی وائف کو کویت لے جاؤ۔

آپ فطرتاً بہت زیادہ مہمان نواز واقع تھے، کوئی بھی مہمان آجائے اس کو گھر لے آتے اور اچھی ضیافت کر کے بہت ہی خوش ہوتے، اور کہتے کہ مہمان اپنا رزق خود لے کر آتا ہے۔ وقت پر کھانا اور جلد سونا آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ چنانچہ وفات سے ایک روز قبل آپ نے ہم تینوں بھائی بہنوں کو میسج بھیج کر اسی کی تاکید کی تھی، اور میسج یہ تھا کہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس گھر کے دروازے رشتہ داروں کے لئے بند، اور جس گھر میں رات دیر تک جاگنے اور صبح دیر سے اٹھنے کا رواج ہو جائے تو وہاں رزق کی تنگی اور بے برکتی کو کوئی نہیں روک سکتا'' (مسلم)۔ فضول خرچی آپ کو بالکل ہی پسند نہیں تھی۔ آپ اس سے بہت ہی احتراز کرتے تھے۔ خرچ کے سلسلہ میں چونکہ میں دست دراز واقع ہوں، اس لئے اس سلسلہ میں وہ مجھ پر سخت نگاہ رکھتے اور بارہا کہا کرتے کہ ''یہ میرا فضول خرچ بیٹا ہے'' اور چھوٹا بھائی چونکہ کوتاہ دست واقع ہے، اس لئے اس سے بہت خوش رہتے اور کہتے کہ ''یہ میرا بخیل بیٹا ہے، بہت سوچ سمجھ کر خرچ کرتا ہے''۔

والد صاحب امانت ودیانت، سمع وطاعت، وفاداری اور جفاکشی کا درس ہمیشہ دیا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: میں نے ایک ہی ادارہ سے منسلک ہو کر پوری امانت داری اور سمع وطاعت کے ساتھ زندگی بسر کر دی، تم بھی اپنی کمپنی کے ساتھ وفاداری ودیانت داری کا ثبوت دینا اور کام میں کسی بھی طرح کی نہ کرنا، والد صاحب نے اپنی معیشت کو درست اور مضبوط کرنے کے لئے ہمیشہ خارجی تجارت کو ضروری سمجھا، چنانچہ شروع میں ایمبیسڈر کار کو رینٹ پر چلوایا، اس کے بعد فون کا دور آیا تو امارت میں ایس، ٹی، ڈی بوتھ لگایا اور پورے پھلواری شریف میں اس دور کا یہ پہلا ایس، ٹی، ڈی بوتھ تھا، اس کے بعد خانقاہ موڑ پر ایک ایس، ٹی، ڈی بوتھ قائم کیا، پھر اس کے بعد اپنے پرانے گھر جو پانی ٹنکی کے پاس تھا وہاں پر قائم کیا اور خلق خدا کی خدمت کی، پھر ۲۰۱۱ء میں ایف سی آئی روڈ میں جہاں پر فی الحال قیام ہے وہاں پر ''احمدیہ اسٹور'' قائم کیا۔

آپ کے معمولات میں روزانہ ایک پارہ کی تلاوت کرنا اور صبح سویرے سورۃ یٰسین اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتوں کی تلاوت کرنا تھا۔ نیز رات میں سورۃ واقعہ اور سورۃ ملک کی تلاوت لازمی طور پر کیا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ: آدمی جب ۵۰ سال سے اوپر ہو جائے تو اسے دنیا بھول جانا چاہیے اور آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہیے۔

والد ماجدؒ کی آخری خواہش دو چیزوں کی تھی۔ ایک یہ کہ چلتے پھرتے موت آجائے۔ چنانچہ اپنی آخری ملاقات میں جب رات میں عشاء بعد کھانا کھا کر ٹہل رہے تھے تو میں نے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ: ابو جان آپ تو اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ انہوں نے برجستہ کہا کہ بس یوں ہی چلتے چلاتے موت آجائے تو یہ بہتر ہوگا۔ اللہ نے ان کی اس دلی خواہش کو جس طرح پورا کیا دنیا نے دیکھا۔ ان کی دوسری خواہش تھی کہ ''UCC'' کی مشغولیت سے فارغ ہو کر ''عمرہ'' کروں گا، جس کو اپنی یادداشت پر نوٹ بھی کیا تھا۔ ان کی یہ خواہش تو پوری نہ ہو سکی، لیکن اب ان کی خواہش کو عمرہ کر کے یا کرا کے پورا کیا جا سکتا ہے، بالیقین اس سے ان کی روح کو سکون ملے گا، اخیر میں دعا ہے کہ اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔ آمین۔

عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون کہاں ہے؟

معصوم مرادآبادی

بنارس کی گیان واپی مسجد کو قانونی پیچیدگیوں میں الجھانے کے بعد اب فرقہ پرستوں کی نظریں متھرا کی شاہی عیدگاہ پر لگی ہوئی ہیں۔ گیان واپی مسجد کی طرز پر شاہی عیدگاہ کا بھی سائنسی سروے کرانے کیلئے سپریم کورٹ سے رجوع کیا گیا ہے۔ حالانکہ سپریم کورٹ کو معاشرے میں بے چینی پیدا کرنے کا سبب قرار دے کر مسترد کر چکا ہے مگر اس وقت ملک میں تاریخی مسجدوں اور مسلم دور حکومت کی عمارتوں کو متنازعہ بنانے کی جو شر انگیز مہم چل رہی ہے اس میں کب کیا ہو جائے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ جس وقت ملک میں بابری مسجد بازیابی تحریک اپنے شباب پر تھی تو ہمارے کچھ دانشوروں کی رائے تھی کہ اگر ایک مسجد دے کر امن وچین حاصل کیا جا سکتا تو مسلمانوں کو یہ قربانی دے دینی چاہئے۔ کئی لوگ اس کے حق میں بھی تھے۔ یہ درحقیقت صورتحال کا ایک سرسری تجزیہ تھا اور ایسا کہنے والوں کو اصل سازش کا علم نہیں تھا۔ وشو ہندو پریشد نے جس وقت رام جنم بھومی مکتی آندولن شروع کیا تو اس کا نعرہ تھا، یہ بس ایک جھانکی ہے، کاشی، متھرا باقی ہے۔ اتنا ہی نہیں اس وقت وشو ہندو پریشد کے ہاتھوں میں تین نہیں تین ہزار تاریخی مسجدوں کی فہرست تھی، جو ان کے خیال میں مندر توڑ کر بنائی گئی ہیں۔ لہٰذا بابری مسجد بازیابی تحریک کے دوران دوراندیش لوگوں کا یہی خیال تھا کہ مسلمانوں کو اپنے دستوری حقوق کی لڑائی آخری مورچے تک لڑنی چاہئے۔ بابری مسجد بازیابی تحریک سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا یا نقصان؟ اس موضوع پر بحث ہو سکتی ہے، کیونکہ ایک طبقے کا خیال تھا کہ مسلم قیادت نے بابری مسجد کے مسئلہ کو سڑکوں پر لا کر فرقہ پرست اور فسطائی طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔ اس بحث سے قطع نظر کہ یہ تحریک صحیح خطوط پر چلی یا نہیں، یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ یہ اس ملک میں مسلمانوں کی آخری مزاحمتی تحریک تھی۔

بابری مسجد عدالت کے راستے سے مسلمانوں سے چھین لی گئی، لیکن ملک کی سب سے بڑی عدالت نے اپنے فیصلے میں اس بات کی وضاحت کی کہ اسے بابری مسجد کے نیچے کسی مندر کے کوئی ثبوت نہیں ملے اور نہ اس بات کا کوئی سراغ ملا کہ بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر بنائی گئی تھی۔ اتنا ہی نہیں عدالت نے بابری مسجد کے انہدام کو مجرمانہ سرگرمی سے بھی تعبیر کیا، لیکن اس کے باوجود ملک میں تاریخی مسجدوں کے نیچے مندر تلاش کرنے کی خطرناک مہم شباب پر ہے۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس معاملے میں عدالتیں شرپسندوں کی ہمنوائی کر رہی ہیں۔ بنارس کی گیان واپی مسجد کا سائنسی سروے عدالت عالیہ اور عدالت اعظمیٰ کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔ اس سے قبل گیان واپی مسجد کے حوض کے فوارے کو نام نہاد شیو لنگ قرار دینے کی کوششوں کو بھی ایک مقامی عدالت نے ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ اب فرقہ پرست اور فسطائی طاقتوں کا رخ متھرا کی انتہائی خوبصورت شاہی عیدگاہ کی طرف ہے۔ متھرا کے ایک ٹرسٹ نے اورنگزیب کی تعمیر کردہ شاہی عیدگاہ کا سائنسی سروے کرانے کے لئے سپریم کورٹ سے رجوع کیا ہے۔ واضح رہے کہ بنارس کی گیان واپی مسجد کی طرز پر ہندو انتہا پسند تنظیموں نے متھرا میں شاہی عیدگاہ کو ہٹانے کیلئے مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔

سال رواں کے شروع میں یوپی کی ایک ذیلی عدالت اور الہ آباد ہائی کورٹ نے شاہی عیدگاہ کے سروے کے لئے ہندو ٹرسٹ کی درخواست کو مسترد کر دیا تھا جس کے خلاف مذکورہ ٹرسٹ نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی ہے۔ ٹرسٹ نے سپریم کورٹ میں متھرا کی شاہی عیدگاہ کے بارے میں اپنے دعوے کو یقینی بنانے کے لئے سائنسی سروے کا حکم دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ٹرسٹ نے دعویٰ کیا ہے کہ مسلم فریق اس جگہ پر نماز ادا کر رہا ہے، احاطہ کو بیت الخلاء کے طور پر استعمال کر رہا ہے اور ٹرسٹ کے ذریعہ مقدس سمجھی جانے والی جگہ پر پریشانیاں پیدا کر رہا ہے۔ درخواست میں یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ ہندو علامتوں، مندر کے ستونوں اور مندر کے دیگر اہم عناصر کی مسلسل کھدائی اور اس کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ٹرسٹ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ ان سب باتوں کی وجہ سے اس مقام کے تقدس اور ثقافتی ورثہ کو نقصان پہنچا ہے۔ جرجر کے استعمال سے دیوار میں دراڑیں نظر آرہی ہیں۔ اس لئے عدالت کو کمشنری کی تقرری پر غور کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔

اگر آپ غور سے دیکھیں تو پائیں گے کہ بی جے پی اقتدار میں منصوبہ بند حکمت عملی کے تحت مسلمانوں کو دیوار سے لگانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کو سیاسی میدان میں صفر بنانے کے علاوہ انہیں پژمردگی کا شکار بنانے کے لئے ان کی مذہبی اور ثقافتی پہچان پر جو لگاتار حملے ہو رہے ہیں وہ اس حکمت عملی کے تحت ہیں۔ یہاں جان ومال اور جائداد کی بربادی کا حال بھی بیان کیا جا سکتا ہے، جس کا نظارہ آپ نے حال ہی میں ہریانہ کے میوات علاقہ میں دیکھا۔ حکمران وقت چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اتنا بے بس اور لاچار کر دیا جائے کہ وہ جان ومال کی حفاظت کی خاطر اپنی مذہبی شناخت سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ یکے بعد دیگرے ان کی عبادت گاہوں پر حملے اسی حکمت عملی کے تحت ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مسجدوں کا وجود مٹانے کے لئے انتظامی حربے بھی اختیار کئے جا رہے ہیں۔ نئی دہلی کے سنہری روڈ پر واقع 150 سالہ قدیم سنہری مسجد کو ٹریفک کی آمدورفت کے مقصد سے مسمار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ دہلی وقف بورڈ نے اس کے خلاف عدالت عالیہ سے رجوع کیا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ نئی دہلی میونسپل کارپوریشن نے عدالت میں اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ سنہری باغ مسجد 150 سال پرانی ہے لیکن اسے ٹریفک کی آمدورفت کو ہموار بنانے کے لئے ہٹایا جانا لازمی ہے۔ دہلی وقف بورڈ اس مسجد کے انہدام کی کوششوں کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کر رہا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی تو یہاں کوئی سڑک نہیں تھی۔ اس کے چاروں طرف سڑکیں بعد میں تعمیر کی گئی ہیں، لیکن اب اس مسجد کا وجود ہی مٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس مسجد کا بھی سروے ہو چکا ہے جس میں متعلقہ افسران نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذہبی ڈھانچے کو ہٹانے یا منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دہلی میں کئی مقامات پر سڑکیں چوڑی کرنے کی غرض سے مزاروں کو منہدم کیا جا چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہی سب کچھ دیگر عبادت گاہوں کے معاملے میں بھی ہو سکتا ہے؟

یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ جب ملک میں عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون مجریہ 1991 موجود ہے تو پھر عدالتیں مسجدوں کے خلاف عرضیاں کیوں قبول کر رہی ہیں؟ قابل غور بات یہ ہے کہ بنارس کی گیان واپی مسجد کے معاملے میں جب ذیلی عدالت میں یہ دلیل دی گئی تھی تو عدالت نے کہا تھا کہ یہ قانون عبادت گاہوں کے سروے سے نہیں روکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہماری عدالتیں اتنی سادہ لوح ہیں کہ وہ ان کوششوں کے پیچھے کارفرما مقاصد کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تشویشناک بات یہ ہے کہ سنگھ پریوار نے سپریم کورٹ میں عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق قانون کو بھی چیلنج کر رکھا ہے۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ کے اصرار کے باوجود مرکزی حکومت نے ابھی تک اپنا موقف واضح نہیں کیا ہے۔ وہ اس معاملے میں ٹال مٹول کی پالیسی پر گامزن ہے۔

Scanned with CamScanner

عــــورت اور اســـــلام

ڈاکٹر عبید الرحمٰن ندوی

ظہور اسلام سے پہلے عورتوں کا معاشرے میں کوئی حق، کوئی استحقاق اور کوئی حیثیت نہیں تھی۔ سب سے بڑھ کر ایک لڑکی کی پیدائش کو لعنت سمجھا جاتا تھا۔ قرآن پاک اس حقیقت کو نہایت عمدہ انداز میں بیان کرتا ہے: ''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر پہنچتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ باطنی غم سے بھر جاتا ہے'' (۶۱:۸۵)۔ اسلام ہی ہے جس نے معاشرے میں ان کا مقام بلند کیا۔ اسلام کے نزدیک دنیا اور اس میں موجود تمام چیزیں قیمتی ہیں لیکن دنیا کی سب سے قیمتی چیز نیک عورت ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی خواتین کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔

خواتین کی تعلیم: زمانہ جاہلیت میں علم کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کے لیے علم کو ایک لازمی ذریعہ کے طور پر استعمال کیا۔ جہاں تک عورتوں کا علم حاصل کرنے کا معاملہ ہے، تو وہ بالکل وہی ہے جو مردوں کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد ہو یا عورت) پر فرض ہے''۔ ''گہوارے سے قبر تک علم حاصل کرو''۔ ''جس شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں سنوارا، ان کو تعلیم دی اور شادی کے بعد بھی ان کا خیال رکھا، اللہ تعالیٰ نے اس کا جنت میں داخلہ یقینی بنا دیا ہے۔'' ایک روایت میں ہے: ''جس شخص کی کوئی لونڈی ہو، پھر وہ کشادہ دلی سے اس کو تعلیم دیا وراس کی بہترین انداز میں تربیت کرے، پھر اسے آزاد کرے اور اس سے شادی کرے، تو اس کے لیے (اپنے رب کی طرف سے) دوہرا اجر ہے۔'' (البخاری) گویا ''عورتوں کو نہ صرف مذہبی اور دنیاوی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ ان کی تعلیم اور ثقافتی تربیت کو مردوں کی طرح اہم سمجھا گیا ہے۔ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین اور اخلاق کا سبق لیتی تھیں، حالانکہ اس مقصد کے لیے ان کا الگ انتظام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف عورتوں کو تعلیم دی بلکہ مردوں کو بھی سکھایا۔ بہت سے نامور صحابہ اور صحابہ کرام کے تابعین نے حضرت عائشہؓ سے قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ آزاد مردوں اور شرفاء کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنی لونڈیوں کو بھی تعلیم دینے کا حکم دیا تھا۔

خواتین کے قانونی حقوق: خواتین کے حقوق کے بارے میں اسلام نے ایک عمومی اصول بیان کیا ہے۔ ''اور ان کے لیے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جو ان پر (مردوں کے لئے) ہیں'' (۲:۲۲۸) اسلام کی کتاب میں عورت کے لیے سب سے اہم چیز جو پہچانی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی اپنی ایک انفرادی شخصیت ہے جسے دنیا کا کوئی اور مذہبی یا معاشرتی نظام تسلیم نہیں کرتا۔ جب کہ بیسویں صدی میں یورپ اور امریکہ میں عورت کو اس کی شادی کے بعد اس کے والد کے نام سے اور شادی کے بعد اس کے شوہر کے نام سے جانا جاتا ہے جیسے مس جونز اور مسز جان، اسلام میں عورت کو اس کی شادی سے پہلے اس کے ذاتی نام سے جانا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد عائشہ اور فاطمہ کی طرح ''ایک مسلمان لڑکی دس بار شادی کر سکتی ہے، لیکن اس کی انفرادیت اس کے مختلف شوہروں سے جذب نہیں ہوتی۔ وہ چاند نہیں ہے جو منعکس روشنی سے چمکتا ہے۔ وہ ایک شمسی سیارہ ہے، جس کا اپنا ایک نام اور قانونی شخصیت ہے۔ اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کو اپنی شادی اور اس کے تحلیل ہونے کا پورا حق حاصل ہے۔

اسی طرح ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اسلام میں عورت کو وراثت، ملکیت اور جائیداد میں تصرف کا پورا حق ہے جیسا کہ مرد کو ہے۔ وہ بیوی، بیٹی، بہن اور ماں کے طور پر جائیداد کی وارث ہے۔ کسی بھی طاقت کو اس سلسلے میں اسے اس کے قانونی حق سے محروم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے: ''مردوں کے لیے اس کا حصہ ہے جو والدین اور (دوسرے) رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورت کے لیے (بھی) اس کا حصہ ہے جو والدین اور (دوسرے) رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔ چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ (یہ) ایک مقررہ حصہ ہے۔'' (۴:۷) ایک عورت عدالت میں بطور گواہ پیش ہو سکتی ہے تاکہ گواہی دی جا سکے۔ اگر اور جب ضروری ہو تو خواتین تمام ضروری خدمات میں حصہ لے سکتی ہیں یہاں تک کہ میدان جنگ میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کی حد تک۔ ایسے موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی عورتیں دودھ پلانے کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ خواتین کو ایسے فرائض انجام دینے کے لیے بلایا جانا چاہیے جب مرد دستیاب نہ ہوں، جس طرح انھیں گزشتہ دو عالمی جنگوں کے دوران یورپ میں ایسے تمام فرائض انجام دینے پڑے تھے کیونکہ فوجی فرائض کے لیے موزوں تمام نوجوان بھرتی کیے گئے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خواتین کو رضاکارانہ خدمات میں شامل کیا جائے تاکہ مرد فوجی اہلکاروں کی بنیادی جنسی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ (s'Women
(6Waheed,PPlace In National Life by K.A

فوج میں خواتین: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے اوائل میں، خواتین نے نرسوں، زخمیوں اور مردہ لوگوں کی نقل و حمل، باورچیوں، پانی بردار، عام ملازم، اور بعض ہنگامی صورتوں میں حقیقی جنگجو کے طور پر بھی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ جنگ قادسیہ میں (۱۴ ہجری میں) خواتین کو کیمپوں میں رکھا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ دکانداروں کے طور پر بھی کام کرتی تھیں۔ جنگ قادسیہ میں خواتین رضاکاروں کے ایک گروپ نے جو موٹی لاٹھیوں سے لیس تھی، ایک حقیقی معرکے میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایک بار فوج کی آمد کا تاثر دیتے ہوئے صفوں میں مارچ کر کے حالات کو بچایا۔ اس جنگ میں ایک قبیلے کی سات سو بے شوہر (بیوہ یا دیگر) عورتیں تھیں، جن سے پوری عورتوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ چوتھے خلیفہ علی کی فوجوں کی مزاحمت کرے۔ (Muslim Conduct of
(245-State by Muhammad Hamidullah, P. 244

نکاح: شادی ایک سماجی رسم ہے، یہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا قدیم بنی نوع انسان ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک یہ رواج معاشرے میں رائج ہے۔ دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام نے اسے بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شادی کے بندھن لوگوں کو بے حیائی اور مکروہ کاموں سے دور رکھتے ہیں اور نیک زندگی گزارتے ہیں۔ اسلام تجرد کی زندگی کو حقیر سمجھتا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے: ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان میں سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور الفت پیدا کی۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اپنا شریک حیات بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے''۔ قرآن پاک مزید کہتا ہے: ''وہ تمہاری بیویاں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''۔

مہر: یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ آج شادی بیاہ پر بہت پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ لیکن مہر کی طرف بہت کم توجہ دی جا رہی ہے، جبکہ مہر شوہر اور بیوی کے درمیان رشتہ جوڑنے کے لیے واجب ہے۔ قرآن پاک مہر کی ادائیگی پر بہت زور دیتا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے: ''ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے، بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کیا دا کرو۔ (۴:۲۴) اس کے برعکس اسلام میں جہیز کی کوئی جگہ نہیں۔ یہ ایک مفت تحفہ ہے جو والدین کی طرف سے اپنی بیٹیوں کو ان کی شادی کے وقت دیا جاتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے سماجی کینسر کی اس لعنت نے جڑ پکڑ لی ہے۔ اکثر لاتعداد شریف لڑکیاں اس لعنت کی وجہ سے غیر شادی شدہ رہ جاتی ہیں۔ جب ان کی بیٹیاں بلوغت کو پہنچتی ہیں تو والدین کو رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ انہیں جہیز دینے کے لیے اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد بھی بیچنی پڑتی ہے۔ یہ بات بلا جھجک کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہیز ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ لڑکیوں کو شادی کے بعد نظر انداز کیا جاتا ہے، کیونکہ والدین کی جائیداد میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ بنیادی وجہ ہے کہ یہ خطرہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک منفرد حل پیش کرتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو ان کا حصہ دیا ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے: ''والدین اور قریبی رشتہ داروں نے جو چھوڑا ہے اس میں سے مردوں کے لیے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے، خواہ مال چھوٹا ہو یا بڑا، ایک متعین حصہ ہے''۔ (۴:۷)

طلاق: یہ بتانا مناسب ہوگا کہ طلاق آج ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ اسلام صریح وجہ سے طلاق کو سختی سے منع کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام حلال چیزوں میں سے، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔ (ابوداؤد) اسلام نے اس ناپسندیدہ عمل سے بچنے کے لیے بہت سے طریقے بتائے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''اور اگر تمہیں ان (یعنی میاں بیوی) کے درمیان دراڑ کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کے گھر والوں سے اور ایک ثالث اس کے گھر والوں سے مقرر کرو۔ اگر وہ معاملات کو درست کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ ان کی اصلاح کر دے گا کیونکہ اللہ ہر چیز سے باخبر اور پوری طرح واقف ہے۔ (۴:۳۵) اسلام نہایت مجبوری اور نازک حالت میں طلاق دینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس میں یہ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ اسی طرح کا حق خواتین کو بھی دیا گیا ہے جسے اسلامی قوانین میں خلع کہتے ہیں۔ قرآن پاک کہتا ہے: ''اور تمہارے لیے یہ حلال نہیں کہ تم عورتوں سے وہ لو جو تم نے ان کو دیا ہے، سوائے اس صورت کے جب دونوں کو خوف ہو کہ کہیں وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود میں نہ رہ سکیں۔ اور اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو برقرار نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ عورت اپنے آپ کا فدیہ دے''۔ (۲:۲۲۹) اسلام جنسی لطف اندوزی کے لیے طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک اور روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں پر لعنت بھیجتا ہے جو جنسی لذت کی خاطر کثرت سے طلاق کا استعمال کرتے ہیں''۔

حجاب: مذکورہ بالا حقائق کے باوجود ایک عام احساس پایا جاتا ہے کہ اسلام خواتین کی ترقی اور خوشحالی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اسلام خواتین کو پردہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور انہیں بیرونی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ یہ الزامات اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہیں۔ یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ اس نے مرد اور عورت کو برابری کی بنیاد پر کھڑا کیا اور عورتوں سے بدکاری اور نجاست کا داغ مٹا دیا۔ جہاں تک پردہ کا تعلق ہے تو یہ ان کی حفاظت کا ایک ذریعہ ہے۔ آج ہم عصمت دری، چھیڑ چھاڑ، ایذا رسانی اور بہت سی دوسری جنسی زیادتیوں کے واقعات میں اضافہ دیکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فتنوں کی وجہ صرف ننگا پن اور بے حیائی کے سوا کچھ نہیں۔ صرف پردہ ہی ان خطرات کو روک سکتا ہے اور ان کو تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ جب وہ باہر نکلیں تو اپنی چادریں اپنے اردگرد لٹکا لیا کریں۔ یہ بہتر ہوگا، تاکہ وہ پہچانے جائیں اور انہیں ایذاء پہنچے۔ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الاحزاب: ۵۹) حال ہی میں ہندوستان کی جنوب مغربی ریاست کرناٹک کے ایک کالج میں مسلم طالبات پر حجاب کی پابندی صرف مذہبی آزادی سلب کرنا نہیں بلکہ ملک کے دستور کی دفعہ ۱۴، ۱۵ کی اعلانیہ خلاف ورزی ہے۔

خلاصہ کلام: عجیب بات ہے کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خواتین کی آزادی کی تحریک ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی کے درمیان شروع ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال پہلے اسی کی حمایت کی تھی۔ اسلام نے خواتین کو ہر قسم کے حقوق عطا کیے خواہ وہ سماجی ہوں، تعلیمی ہوں، ازدواجی ہوں، سیاسی ہوں یا معاشی۔ ایک دفعہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور شکایت کی: ''میرے والد نے مجھے اپنے چچازاد سے شادی کرنے پر مجبور کیا ہے تاکہ وہ اپنا درجہ بلند کر سکیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ وہ اس شادی کو ختم کرنے اور جس سے شادی کرنا چاہتی ہے اسے منتخب کرنے میں آزاد ہے، اس نے جواب دیا: ''ٹھیک ہے، میں اپنے والد کی پسند کو تسلیم کرتی ہوں، لیکن میرا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ باپ کو شادی میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔'' (احمد) اسلام میں لڑکی کو اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کرنے کا پورا حق ہے اور اس کے والدین اس پر اپنا فیصلہ مسلط نہیں کر سکتے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اگر کسی لڑکی کو اس کے والدین یا کوئی بھی اس کی مرضی کے خلاف زبردستی شادی کرنے پر مجبور کرتا ہے تو وہ اس شادی کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

واضح رہے کہ اگرچہ ہم ۲۱ ویں صدی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں جسے سائنس اور ٹیکنالوجی کی صدی سمجھا جاتا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہم واپس تاریک دور کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ پرانے زمانے میں لوگ اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور آج ہم انہیں جنین میں ہی زندہ مار دیتے ہیں۔ یہ خطرہ ان دنوں ایک عام سی بات ہے۔ یہ واقعی ایک گھناؤنا فعل ہے۔ اس موقع پر ہمیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یاد آتی ہے۔ جب قرآن پاک کی یہ آیت ''وہ کس جرم میں ماری گئی'' (۸۱:۹) آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی گلیوں میں نکل آئے اور لوگوں سے التجا کی کہ وہ بچیوں کے قتل کے پرانے رواج کو چھوڑ دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''ہم نے اولاد آدم کو عزت دی ہے'' (۱۷:۷۰)۔ اس لئے بچیوں کی پیدائش کو رحمت تصور کریں اور انہیں مادر رحم میں مارنے سے گریز کریں۔

Scanned with CamScanner

مذہبی کالم کی اشاعت اور احترام

عارف عزیز (بھوپال)

بعض قارئین کا اصرار ہے کہ اردو کے اخباروں سے مذہبی کالم کا سلسلہ ختم کردیا جائے، خاص طور پر مختلف عنوانات سے مذہبی کالموں میں قرآن کریم اور حدیث شریف کے جو تراجم شائع کئے جاتے ہیں، عام قاری ان کا احترام کرنے میں تساہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں لہذا ایسے مذہبی کالم شائع نہ کئے جائیں اکثر اردو اخبارات میں جمعہ کے دن مذہبی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کا سلسلہ ختم کیا جائے لیکن یہ بعض لوگوں کی انفرادی رائے تو ہو سکتی ہے شرعی نہیں، یہ مشورہ دینے والے قرآن وحدیث کی ظاہری تعظیم واحترام کا لحاظ رکھتے ہیں لیکن انہیں اس کی پرواہ نہیں کہ مسلمان اپنی عام زندگی میں اسلام اور اسکے احکامات سے کیا سلوک کررہے ہیں جبکہ عزت واحترام کا قابل اعتبار معیار یہی ہے کہ اسے صدق دلی سے قبول کیا جائے اور اس پر عمل بھی ہو، اسلام میں جذباتی احترام سے زیادہ عقلی احترام کو اہمیت دی گئی ہے۔ معترضین کو اس کا بھی لحاظ کرنا چاہئے کہ احترام کی خاطر ہی اصل متن یعنی وحی الٰہی کے الفاظ درج نہیں کئے جاتے اور مذہبی کالموں میں صرف اس کا ترجمہ یا مفہوم دیا جاتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اصل قرآنی الفاظ کا جو حکم شریعت میں ہے وہی اس کے ترجمے کا بھی ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے مفہوم کی نوعیت انسانی الفاظ میں منتقل ہونے کے بعد وہ نہیں رہ جاتی، اب اگر کوئی بندہ خدا محض اس لئے کہ ترجمہ کو کلام الٰہی سے نسبت حاصل ہے اس کا احترام کرتا ہے یا نبی پاک کی زبان سے ادا الفاظ کی بے حرمتی گوارہ نہیں کرتا تو یہ اس کی سعادت ہے جس کا یقیناً اسے اجر ملے گا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اس سلسلہ کی تمام تر ذمہ داری اخبار والوں پر عائد نہیں ہوتی، عام مسلمانوں پر بھی اس کی کچھ نہ کچھ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے لئے ایک دوسرے کو احتیاط برتنے کا مشورہ دیں اپنی محفلوں یا جلسوں میں ہی نہیں گھر والوں کو بھی بتائیں کہ انہیں مذہبی مضامین کا احترام کرنا چاہئے۔ ہمیں علم ہے کہ "ندیم" یا دوسرے اخباروں کے قارئین میں اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو باقاعدگی کے ساتھ مذہبی کالم کے تراشے رکھتے ہیں بعض تو اس کی فائل بھی بنا لیتے ہیں اور کئی اسے احتیاط سے جمع کرکے تالاب وغیرہ کے نذر کردیتے ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اکثریت اس کا احترام نہیں کر پاتی، جس کے معنی یہ نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت اگر نماز نہیں پڑھے اور صرف تھوڑے سے لوگ مسجد جائیں تو سرے سے مسجد کی تعمیر ہی روک دی جائے۔

اگر مذہبی کالم کا احترام قارئین کی زیادہ تعداد نہیں کرتی اور صرف تھوڑے سے لوگ کرتے ہیں تو اس بناء پر اسے بند کردینا کوئی معقول رویہ نہیں ہوگا۔ "ندیم" یا دوسرے اخبارات کے مذہبی کالموں کو مسلمانوں کا ہر طبقہ دلچسپی سے پڑھتا ہے، دیندار طبقہ اسے بہت زیادہ پسند کرتا ہے، کبھی کسی عالم دین نے اس کے ناجائز ہونے پر کوئی معقول دلیل نہیں دی، کچھ قرآنی آیات یا حدیث کا ترجمہ کوئی نئی بات نہیں مدت دراز سے ہند پاک کے اخبارات اور مذہبی رسائل میں یہ شائع ہو رہا ہے اور اس پر آج تک کوئی صاحب علم معترض نہیں ہوا، بلکہ باشعور طبقہ یہی سمجھتا ہے کہ اس سے قرآنی تعلیمات کی اشاعت اور اس کے پیغام کی تبلیغ ہو رہی ہے اور قرآن جس مقصد سے نازل کیا گیا ہے اس کی تعمیل کا یہ بھی ایک مفید ذریعہ ہے، پھر یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ قرآن حکیم کی آیات کا ترجمہ اردو زبان میں ہو یا کسی دوسری زبان میں متن سے علاحدہ کرکے شائع کرنے کی نہ تو قرآن میں ممانعت آئی ہے اور نہ حدیث میں۔

انسانوں کے تمام ذہنی، نفسیاتی، اخلاقی، اور تمدنی امراض کا علاج قرآن، حدیث اور اس کی تعلیمات میں موجود ہے اور اسی کے ذریعہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے لہذا ان تعلیمات سے انسانوں کو روشناس کرانا نہایت اسلامی فریضہ اور دینی خدمت ہے، خصوصیت سے آج کے دور میں جبکہ مادیت کا سیلاب روحانی اقدار کو بہائے لئے جا رہا ہے اور نشر واشاعت کے تمام وسائل بے راہ روی کو فروغ دے رہے ہیں، ایسی صورت میں انسانوں کے لئے تریاق مہیا کرنا ضروری ہے اور مذہبی مواد کی اشاعت کا بنیادی مقصد حقیقت میں ذہن وفکر کی یہی اصلاح ہے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۳۹/۹۹۸/۱۴۴۴ھ

(منجانب دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا، کولکاتا)

صائمہ خاتون بنت محمد یونس، مقام 11/D چڑو خالساما لین، تھانہ کڑایا، ضلع کولکاتا۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

وسیم راجا ولد محمد رشید، مقام ۱۱/3H جھاؤتلہ سپہ پاڑہ، تھانہ کڑایا، ضلع کولکاتا۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف تقریباً تین سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ، کولکاتا میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۱/ستمبر ۲۰۲۳ء روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۹/۶۴/۱۴۴۴ھ

(منجانب دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ رشیدیہ لوہردگا)

نکہت پروین بنت محمد شریف مرحوم، مقام کھڑیا پاڑہ، ڈاکخانہ گملا، ضلع گملا۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد نوشاد عالم ولد محمود الحسن مرحوم، مقام کھڑیا پاڑہ، ڈاکخانہ گملا، ضلع گملا۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف ایک سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بناء پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ رشیدیہ، لوہردگا میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸/صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۴/ستمبر ۲۰۲۳ء روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱/۱۸۱/۱۴۴۵ھ

(منجانب دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ دین بندھی، ضلع سوپول)

نزہت بنت ضمیر مرحوم، مقام کسہر آراضی، وارڈ نمبر ۱۴، ڈاکخانہ ہلوار بازار، ضلع سوپول۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد شہزادو ولد محمد احسان، مقام سسوا وارڈ نمبر ۱۴، ڈاکخانہ نرپت گنج، ضلع ارریہ۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ وجملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ دینیہ دین بندھی، ضلع سوپول میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰/ستمبر ۲۰۲۳ء روز بدھ کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اسلام پہلا مذہب ہے

"اسلام پہلا مذہب ہے جس نے معصوموں کی دادرسی کی، عرب پہلی سرزمین ہے جہاں کسی یتیم خانہ کی بنیاد پڑی، اور اسلام کی حکومت دنیا کی پہلی حکومت ہے جس نے اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور عرب، مصر، شام، عراق، ہندوستان اور جہاں جہاں مسلمانوں نے حکومت کی بنیادیں ڈالیں، ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی امن وراحت کے گھر بنائے، ان کے لئے وظیفے مقرر کئے، مکتب قائم کئے، جائیدادیں وقف کیں اور دنیا میں ایک نئے انسٹی ٹیوشن کی طرح ڈالی، اور قانوناً اپنے قاضیوں کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ ان یتیموں کے سرپرست بنیں، ان کی جائیدادوں کی نگرانی، ان کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کی شادی بیاہ کا انتظام کریں، اور یہی وہ دستور ہے جس کی پیروی آج یورپ کے ملکوں میں کی جاتی ہے اور لندن کے لارڈ میر یا آرفنس کورٹ کے حکام مسلمان قاضیوں کے ان فرائض کی نقل کرتے ہیں۔ (سیرت النبی، جلد ششم صفحہ 393)

نقیب کے قارئین کی آراء

☆ ۷/اگست ۲۰۲۳ کے نقیب کا بین السطور "بتا کیا کیا تو نے میرے لیے؟" دیکھا، کاشف ابرار کی پوری نظم سامنے آگئی سبحان اللہ! کیا بات ہے، آپ تو جو بھی لکھتے ہیں ماشاءاللہ لکھنے کا پورا حق ادا کردیتے ہیں، اس مضمون کا بھی کوئی پہلو ایسا نہیں بچا جس کو اجاگر نہیں کیا گیا، اللہ کرے زورِ فکر وقلم اور زیادہ ہو (زین العابدین۔ کٹیہار)

☆ "مولانا مطلوب الرحمٰن مکیاوی" پر پورا مضمون پڑھا، پڑھ کر کئی گمنام گوشوں کا علم ہوا، آبروئے قلم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب مدظلہ کی خاکہ نگاری کے بعد کسی بھی تفصیلی مضمون کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، ان کے خاکے میں سمندر کو کوزے میں سمویا ہے **فحیاکم اللہ وبارک** (مفتی عین الحق امینی قاسمی۔ بیگوسرائے)

☆ آج آپ کا نقیب اخبار مجھے ملا، میں اس کا خریدار ہوں، اس کے پہلے صفحہ پر جو مضمون ہے "**بتا کیا کیا تو نے میرے لئے؟**" پڑھا، بڑا اچھا لگا، ماشاءاللہ (محمد یٰسین، جھکٹیا، اورنگ آباد، بہار)

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

ریاست میں 2 لاکھ سے زائد عہدوں پر ہوگی تقرری

بہار میں ان دنوں سرکاری ملازمت کی بہار آئی ہوئی ہے۔ بہار پبلک سروس کمیشن نے ریاست میں ہونے والے بھرتی امتحانات کے لئے نیا کلینڈر جاری کر دیا ہے۔ اس میں ریاست میں دو لاکھ 14 ہزار 434 عہدوں پر بھرتیاں ہونے کی جانکاری دی گئی ہے۔ ان بھرتیوں میں 1.70 لاکھ سرکاری اساتذہ کی بھرتیاں بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں کیلنڈر میں 69 ویں سی سی ای سمیت کل 26 بھرتی امتحانات کے بارے میں جانکاری دی گئی ہے۔ بی پی ایس سی اسٹنٹ ٹاؤن پلاننگ سپر وائزر بھرتی امتحان کا فائنل ریزلٹ 21 اگست کو، میتھ لکچرر والیکٹریکل بھرتی کا ریزلٹ 22 اگست کو، 67 ویں بی پی ایس سی امتحان کے مینس کا ریزلٹ 31 اگست کو، آڈیٹر کے 373 عہدوں کے لئے حتمی ریزلٹ 16 ستمبر کو ضلع آرٹ وثقافت افسر کے 38 عہدوں کے لئے مینس کا ریزلٹ 15 ستمبر کو آئے گا۔ بہار میں 1.70 لاکھ اساتذہ بھرتی کے لئے 24، 25، 26 اگست کو امتحان ہوا ہے۔ حالانکہ اس کے ریزلٹ کے بارے میں ابھی کوئی جانکاری نہیں ہے۔ جبکہ بی پی ایس سی کا 69 واں ابتدائی امتحان 30 ستمبر کو ہوگا۔ بی پی ایس سی 69 واں ابتدائی امتحان ریزلٹ 15 نومبر کو آئے گا۔ 9 دسمبر سے 16 دسمبر کے بیچ بی پی ایس سی 69 ویں مینس امتحان ہوگا۔ (پریس رپورٹ)

پانچ مسلم نوجوان باعزت بری

دہلی فساد میں ماخوذ پانچ مسلم نوجوان باعزت بری ہوئے۔ ایتا بھرادت ایڈیشنل سیشن جج-03 (شاہدرہ)، کرکڑ دوما کورٹ، دہلی نے ایف آئی آر نمبر PS2020/153 - جعفرآباد کے مقدمے کی سماعت کی۔ ملزمین پر متعدد مقدمات عائد تھے، بالخصوص گونڈا کے رہنے والے ونود کمار نامی ایک شخص کے قتل کا بھی مقدمہ عائد کیا گیا تھا۔ عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے ملزمین نوید خان، جاوید خاں، چاند بابو، علیم سیفی اور صابر علی کو اس سے متعلق تمام مقدمات سے بری کر دیا۔ ان کے مقدمات کی پیروی ایڈوکیٹ اختر شمیم، ایڈوکیٹ عبدالغفار خاں، ایڈوکیٹ محمد نوراللہ کر رہے تھے، ان مقدمات کی نگرانی ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی کر رہے تھے۔ (پریس رپورٹ)

ریاست میں 10 امبید کر رہائشی اسکول کی تعمیر کو منظوری

وزیر اعلیٰ نتیش کمار کی صدارت میں کابینہ کی میٹنگ ہوئی۔ میٹنگ کے بعد کابینہ محکمہ کے ایڈیشنل چیف سکریٹری ڈاکٹر ایس سدھارتھ نے نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ میٹنگ میں 25 تجاویز کو منظوری دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بی پی ایس سی کے ذریعہ ٹیچر بحالی کیلئے 35 کروڑ 60 لاکھ روپے کے اخراجات کی منظوری دے دی ہے۔ حکومت بہار ایک لاکھ 70 ہزار ٹیچروں کی تقرری کرنے جا رہی ہے۔ کابینہ نے دیگر فیصلہ میں محکمہ صنعت کے تحت سہرسہ ضلع میں نئے گورنمنٹ میڈیکل کالج واسپتال کی تعمیر کو بھی منظوری دے دی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس سے قبل دیگر سبھی سب ڈویژنوں میں یہ نظم تھا صرف سہرسہ اس سے محروم تھا۔ اس لئے میٹنگ میں مذکورہ فیصلہ لیا گیا ہے۔ کابینہ نے محصولات واصلاحات اراضی محکمہ کے تحت جموئی ضلع کے تحت گورنمنٹ انجینئرنگ کالج جموئی کے قیام کیلئے زمین فراہمی کی تجویز کو بھی منظوری دے دی ہے۔ کابینہ نے میٹنگ میں ریاست میں 10 امبید کر رہائشی اسکول بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ پٹنہ ضلع کے پٹنہ شہر، مسوڑھی، پھلواری شریف، نوادہ کے اکبرپور، سوپول کے چھاتاپور، سستی پور کے دسبھوتی پور، گیا کے ٹکاری ڈوبھی اور بیلا گنج کے علاوہ دربھنگہ کے بہادر پور میں امبید کر رہائشی اسکول بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کیلئے فی اسکول پر 46 کروڑ 60 لاکھ 97 ہزار روپے کے اخراجات کو منظوری دی گئی ہے۔ (پریس رپورٹ)

زیر تعمیر ریلوے پل گرنے سے 17 مزدوروں کی موت

گذشتہ بدھ کو میزورم کے سائرنگ میں ایک زیر تعمیر ریلوے پل گرنے سے 17 مزدور ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ یہ واقعہ صبح 10 بجے کے قریب، ایزول سے 21 کلومیٹر دور اس وقت پیش آیا جب اس مقام پر تعمیراتی کام جاری تھا۔ ابھی بہت سے مزدوروں کے پھنسے ہونے کا خدشہ ہے، کیونکہ اطلاع کے مطابق واقعہ کے وقت 35-40 سے زیادہ لوگ موقع پر موجود تھے۔ ایک پولیس افسر نے بتایا کہ ملبے سے اب تک 17 لاشیں نکالی جا چکی ہیں... کئی دیگر اب بھی لاپتہ ہیں۔ اس واقعے پر غم کا اظہار کرتے ہوئے، وزیر اعظم نے ہر مرنے والوں کے لواحقین کو PMMRF کی طرف سے 2 لاکھ روپے اور زخمیوں کو 50,000 روپے دینے کا اعلان کیا ہے۔ (نیوز رپورٹ)

طب وصحت

چنا دوا بھی اور غذا بھی

شاہ جہاں بادشاہ کو جب آگرہ قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا تو بادشاہ سے کہا گیا کہ ایک اناج پسند کرلیں، اس کے علاوہ دوسرا کوئی اناج نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ شاہی باورچی کے اشارہ پر شاہ جہاں نے چنے کا انتخاب کیا جس سے ہر قسم کا کھانا تیار کرنا ممکن تھا۔ دراصل چنا وہ واحد اناج ہے جس میں انسانی جسم کے لئے درکار تمام تر غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ بطور غذا اور دوا اس کا استعمال زمانہ قدیم سے کیا جا رہا ہے۔

ہمارے ہاں چنے کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں سیاہ اور سفید، ویسے تو سرخ اور پیلے رنگ کے چنے بھی ہوتے ہیں لیکن طبی لحاظ سے سیاہ چنے سب سے زیادہ مفید وموثر ہیں، چنے استعمال کرنے کے مختلف طریقے ہیں، جیسے ان کو ابال کا کھانا، ان کو ریت میں بھون کر کھانا لیکن ماہرین طب کا کہنا ہے کہ اس کے استعمال کا سب سے بہترین طریقہ اس کا شوربا ہے۔ اطباء کالے چنے کا شوربا مریضوں کیلئے تجویز کرتے ہیں، پکاتے وقت چنوں کو بار بار نہیں ہلانا چاہیے اسی طرح چنے کا پلاؤ بھی اچھی غذا ہے چاول کے ہمراہ پکانے سے چنے چاول کی غذائی کمی کو دور کر دیتے ہیں چنے کو گوشت کے ساتھ پکا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے، گوشت کے ساتھ پکانے سے یہ گوشت کو گلا دیتے ہیں، چنے پکاتے وقت اس میں زیرہ ضرور ڈالیں اس طرح پیٹ میں ہوا پیدا نہیں ہوگی۔

برصغیر میں چنے کی یہ دو ہی قسمیں سیاہ وسفید پائی جاتی ہیں، بہرکیف چنا کالا ہو یا سفید دونوں ہی وٹامن اور معدنیات سے بھرپور غذا ہیں، ہندو پاک کے علاوہ یہ ترکی، آسٹریلیا اور ایران میں کثیر تعداد میں پیدا ہوتا ہے، چنا صرف ایک یا دو نہیں بلکہ متعدد طبی فوائد کا حامل ہے، اس میں فولاد، وٹامن بی 6، میگنیشیم، پوٹاشیم اور کیلشیم کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں جبکہ فاسفورس، تانبے اور میگنیز کی بھی خاصی مقدار ملتی ہے چنا بے شمار طبی فوائد کا حامل ہے، عام لفظوں میں یہ سب سے کم قیمت اور سب سے زیادہ فائدہ مند غذاؤں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا حلوہ تیار کر کے ضعف باہ کے مریضوں کو کھلاتے ہیں اس سے قوت مدافعت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، بھنے کالے چنے جسمانی قوت بڑھانے کیساتھ ساتھ قوت مدافعت میں بھی اضافہ کرتے ہیں، اگر آپ چاہیں تو ان میں منقہ یا کشمش ملا کر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ بھنے ہوئے چنے ضرور کھانے چاہیں یہ بہت فائدہ مند ہوتے ہیں، اسی طرح دودھ چنے میں تیار کردہ حریرہ آواز کھولنے کیلئے انتہائی مفید ہے، قدیم اور جدید غذائی تحقیق کے مطابق چنا غذائی اجزاء اور حیاتین یعنی وٹامنز سے بھرپور ہوتا ہے۔ ان خوبیوں کی بنا پر چنا نہ صرف غریبوں اور سفید پوش طبقہ کی غذا ہے بلکہ اسے بادشاہوں کی خوراک بھی کہا جاتا ہے، سلطنت مغلیہ میں یہ اچھی شہرت رکھتا تھا، مغل بادشاہ چنا اور اس کا آٹا استعمال کرتے تھے، بیسن دراصل بھنے ہوئے چنوں کا ہی آٹا ہوتا ہے، اس سے روغنی روٹی تیار کی جاتی ہے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر بیسن کے روٹی کا کافی شوقین تھے، بادشاہوں کے علاوہ عوام الناس بھی چنے کو کثرت سے استعمال کیا کرتے تھے اور اس سے انواع واقسام کے کھانے تیار کئے جاتے تھے۔

وزن کیلئے: چنے میں فائبر اور پروٹین کثیر مقدار میں ملتے ہیں پھر اس کا گلاسیمک انڈکس بھی کم ہے اسی وجہ سے چنا وزن کم کرنے کے سلسلہ میں بہترین غذا ہے کیونکہ عموماً ایک پلیٹ چنے کھا کر آدمی سیر ہو جاتا ہے اور پھر اسے بھوک نہیں لگتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ چنے کے فائبر دیر تک آنتوں میں رہتے ہیں لہٰذا انسان کو بھوک محسوس نہیں ہوتی، تحقیق سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جو مرد اور عورتیں دو ماہ تک چنے کو اپنی بنیادی غذا بنا لیں، وہ اپنا آٹھ پاو؟ تک وزن کم کر لیتے ہیں یاد رہے کہ ایک پیالی چنے عموماً پیٹ بھر دیتے ہیں۔

نظام ہضم کیلئے: اس میں موجود فائبر کی کثیر مقدار اسے نظام ہضم کے لیے بھی مفید بناتی ہے، یہ فائبر آنتوں کے دوست جراثیم یا بکٹریا کو مختلف مفید تیزاب مہیا کر کے انہیں قوی بناتا ہے نتیجتاً وہ آنتوں کو کمزور نہیں ہونے دیتے اور انسان قبض ودیگر تکلیف دہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

کولیسٹرول کیلئے: چنے کھانے سے کولیسٹرول میں بھی کمی واقع ہوتی ہے: جسم میں کولیسٹرول بڑھ جائے تو امراض قلب میں مبتلا ہونے اور فالج ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، چنے اپنے مفید غذائی اجزاء کی بدولت فطری انداز میں کولیسٹرول کی سطح کم کرتے ہیں، ایک تجربے میں ماہرین طب نے چند مردوں اور عورتوں کو ایک ماہ تک آدھی پیالی چنے کھلائے، جن کے بدن میں کولیسٹرول زیادہ تھا، ایک ماہ بعد ان کے کولیسٹرول میں نمایاں کمی دیکھی گئی دراصل چنے میں فولیٹ اور میگنیشیم کی خاصی مقدار ملتی ہے، یہ وٹامن خون کی نالیوں کو طاقتور بناتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچانے والے تیزاب ختم کرتے ہیں نیز حملہ قلب یعنی ہارٹ اٹیک کے خدشات بھی کم ہو جاتے ہیں۔

پروٹین کیلئے: چنے میں خاطر خواہ پروٹین ہوتا ہے، اگر اسے کسی اناج مثلاً ثابت گندم کی روٹی کیساتھ کھایا جائے، تو انسان کو گوشت یا ڈیری مصنوعات جتنی پروٹین حاصل ہوتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ملتا ہے کہ نباتی پروٹین زیادہ حرارے یا سیچوریٹیڈ فیٹس نہیں رکھتی۔

شوگر کیلئے: چنے اور دیگر دالیں کھانے والے شوگر ٹائپ 2 کا شکار نہیں ہوتے، وجہ یہ ہے کہ یہ غذائیں زیادہ ریشہ اور کم گلیسمک انڈکس رکھتی ہیں، اسی باعث ان میں موجود کاربوہائیڈریٹ آہستہ آہستہ ہضم ہوتے ہیں، اسی عمل کے باعث ہمارے خون میں شکر اوپر نیچے نہیں ہوتی اور متوازن رہتی ہے جبکہ انسان جب کم ریشے والی کاربوہائیڈریٹ سے بھرپور غذا کھائے تو اس کے خون میں شکر بہت تیزی سے اوپر نیچے ہوتی ہے جب یہ عمل معمول بن جائے، تو انسولین نظام گڑبڑا جاتا ہے یوں شوگر ٹائپ 2 جنم لیتی ہے۔

ہڈیوں کیلئے: اسی طرح ہڈیوں کے لیے کابلی چنے بہت فائدہ مند ہیں، یہ کیلشیم سے بھرپور ہوتے ہیں اور کیلشیم ہڈیوں کے لیے سب سے اہم عنصر ہے، یہ ہڈیوں کو صحت مند بنانے اور انہیں مضبوط رکھنے میں مدد کرتے ہیں، جسم خود کیلشیم تیار نہیں کرتا ہے، اس لیے کیلشیم سے بھرپور غذائیں لی جا سکتی ہے۔

قوت و توانائی کیلئے: چنے میں شامل فولاد، میگنیز اور دیگر معدن وحیاتین انسانی قوت بڑھاتے ہیں، اسی لیے چنا حاملہ خواتین اور بڑھتے ہوئے بچوں کے لیے بڑی مفید غذا ہے، یہ انہیں بیشتر مطلوبہ غذائیت فراہم کرتا ہے، مزید برآں چنا ساپونینز Saponins نامی فائٹو کیمیکل رکھتا ہے، یہ اینٹی آکسائڈ کا کام دیتے ہوئے خواتین کو سینے کے سرطان سے بچاتے ہیں نیز ہڈیوں کی بوسیدگی کے مرض سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

قبض کیلئے: چنوں کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ انہیں کئی ماہ تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور ان کی غذائیت بھی کم نہیں ہوتی، ماہرین کا کہنا ہے کہ انہیں بھگونے کے بعد استعمال کیا جائے تو بہتر ہے یوں وہ جلد ہضم ہو جاتے ہیں، چنوں کو چار تا چھ گھنٹے بھگونا کافی ہے بھگونے کے بعد چنے جتنی جلد استعمال کیے جائیں بہتر ہیں، چنے بھگوتے ہوئے ان میں تھوڑا سا نمک اور میٹھا سوڈا ڈال لیا جائے تو وہ جلد گل جاتے ہیں دور حاضر میں رات کو پانی میں بھگو کر صبح نہار منہ چنے کھانے کے بعد چنوں کا بچا ہوا پانی پینے والے لوگ پورے دن کی توانائی کے علاوہ قبض سے بھی نجات پا لیتے ہیں۔

(حکیم محمد عدنان حبان نوادر - رحیمی شفاخانہ بنگلور)

Volume:63/73,Issue:32 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

میرے ٹوٹے حوصلے کے پر نکلتے دیکھ کر
اس نے دیواروں کو اپنی اور اونچا کر دیا
(عادل منصوری)

کیا منی پور تشدد 2024 کے انتخاب کی تیاری ہے

بے نام گیلانی

2014 کے بعد ہندوستان کی وفاقی حکومت نے جس چیز پر سب سے زیادہ اور ایماندارانہ کام کیا ہے وہ میدان عمل وطن عزیز کی پر امن فضا کو مکدر، گرد آلود اور زہریلا کرنا رہا ہے۔ اس کے لئے بہت سارے طریقہ کار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اس کی راہیں بھی ہر سطح پر ہموار اور سہل کی گئیں۔ اس کے لئے سارے فنڈ جمع کئے گئے۔ حالانکہ بی جے پی کی جائے پیدائش آر ایس ایس کا یہ ازلی اور واضح ایجنڈا رہا ہے۔ لیکن چونکہ ماضی اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت بڑے اقتصادی فنڈ کی ضرورت تھی اور اس وقت آر ایس ایس کی اقتصادی حیثیت اس قدر مستحکم نہیں تھی کہ وہ اپنے مقاصد کو اپنی مرضی کے مطابق حاصل کر سکے۔ اس لئے وہ لوگ کھل کر نہیں آ پا رہے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے سامنے بہت ساری مجبوریاں تھیں۔ کیونکہ پہلے کے آر ایس ایس اور بی جے پی والے اس قدر سخت گیر نہیں تھے جتنے ابھی کے بی جے پی کے لیڈران ہیں۔ اس دور میں زبانی دشمنی کا اظہار تو ہوا کرتا تھا لیکن قتل و غارتگری نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایک شخص شری اٹل بہاری واجپائی سارے سخت گیروں کو لگام لگائے تھے۔ آر ایس ایس والے بھی ان کی مخالفت کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ یعنی اس دور میں اصولی سیاست ہوا کرتی تھی۔ لیکن جب سے آج کے وزیر اعظم ہند جو ماضی میں وزیر اعلیٰ گجرات ہوئے۔ ان کے پاس پاور آیا اور امیت شاہ ان کے ہنومان ہوئے تب سے بی جے پی والے تو سرشار ہوئے ہی آر ایس ایس والے بھی جنونی ہو گئے۔ اس نے اپنے گروں کے منصوبوں کو عملی جامہ دینے کے لئے وطن عزیز کے تمام آئینی عہدے پر اپنے ذہنی غلاموں کو براجمان کر دیا تا کہ ان کے منصوبے کے حصول میں کوئی آئینی دشواری پیدا نہ ہو۔ علاوہ ازیں عدلیہ میں بھی اپنے ذہنی غلاموں کو بھر دیا تا کہ عدلیہ اس کے منصوبے کے حصول میں سنگ راہ کی مانند حائل نہ ہو۔ نیز اس کے فسطائیت پسند اور قتل و غارتگری پر یقین رکھنے والے فسادیوں پر کوئی آنچ نہ آئے۔ چنانچہ ناچیز کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ فی زمانہ پورا ہندوستان آر ایس ایس اور بی جے پی کے ہاتھوں یرغمال ہے۔ یہ لوگ حصول حکومت کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں اور کسی بھی حد سے گزر سکتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ گجرات مسلم نسل کشی سے لے کر حالیہ منی پور کا غیر انسانی فسادات و نسل کشی اسی حصول اقتدار کا حصہ ہے جس میں اہل حکومت انتہائی بے شرمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ انہیں یہ کون سمجھائے کہ آپ کے اس سیاسی مفاد کے تحت ہوئے جنگ و جدال کے باعث جو بھی اور جیسا بھی نقصان عمل پذیر ہو رہا ہے وہ صرف مسلمانوں کا نقصان نہیں بلکہ اقلیم ہند کا نقصان عظیم ہے۔ جو بھی گھر، دکان، کل کارخانہ، دیگر اثاثہ جات جل کر خاکستر میں تبدیل ہوئے وہ صرف مسلمانوں کے نہیں بلکہ ہندوستان کی معیشت تھے۔ یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ایک ملک کے ارباب اقتدار اپنے ہی ملک میں مذہبی منافرت کے شعلوں کو ہوا دے کر اپنی ہی معیشت کو تباہ و برباد کروا رہے ہیں۔ اب ارباب اقتدار کو یہ امر بخوبی فہم میں آ چکا ہے کہ ہندو مسلمان، گئو کشی، مندر مسجد اور حجاب و طلاق جیسے موضوعات بالکل ہی بے اثر ہوتے جا رہے ہیں۔ عین اسی طرح جس طرح رام مندر کا موضوع بے اثر ہو چکا ہے۔ پھر ہر اسٹیٹ کا مسئلہ جداگانہ ہے چنانچہ ہر جگہ ایک ہی موضوع کارگر ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی اس ترقی پذیر اور تعلیم یافتہ زمانے میں آستھا اور عقیدہ کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ جبکہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آستھا و عقیدہ جذباتی موضوعات ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک قابل غور امر ہے کہ وطن عزیز میں کتنے فیصد انسان دھارمک اور مذہبی رہ گئے ہیں۔ یہ سائنس، تکنیک اور کمپیوٹر کا دور ہے۔ ہر دعوے کی دلیل دینی ہوگی۔ وہ بھی سائنس پر مبنی دلیل جسے عقل و فہم قبول کر سکیں۔ اندھ وشواس اور اندھ بھکتی کے دن بہت حد تک لد چکے ہیں۔ اب جو بھی اندھ بھکت ہیں وہ آر ایس ایس اور بی جے پی کے زرخرید غلام ہیں۔ آر ایس ایس کے ذہنی غلاموں میں بہت کمی واقعی مشاہدے میں آ رہی ہے۔ کتنے اندھ بھکت تو اس امر کا اقرار کر رہے ہیں کہ میں آج سے قبل اندھ بھکت تھا لیکن اب نہیں ہوں۔ کیونکہ آر ایس ایس اور بی جے پی والوں نے میرے ساتھ بہت فریب کیا ہے۔ یہ تمام حالات اس امر کی شہادت دیتے نظر آتے ہیں کہ آئندہ کا انتخاب واقعی ایک زبردست معرکہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ آر ایس ایس اور اہل اقتدار اس معرکہ کو سر کرنے کے لئے اپنا تمام حربہ استعمال کرنے کے لئے بیتاب نظر آتے ہیں۔ ان حربوں میں ہندوستان پاکستان، گئو کشی، ہندو مسلمان رام مندر اور گیان والی مندر جیسے دیرینہ مسئلے تو تھے ہی۔ اب ان میں مزید ایک مسئلے کا اضافہ ہو گیا ہے۔ جس کا نتیجہ منی پور فساد ہے۔

منی پور کا واقعہ انتہائی دلدوز اور المناک ہے۔ یہ انتہائی تحیر خیز بھی ہے کہ دو فرقے کی جنگ کو خود حکومت ہوا دے رہی ہے۔ کم از کم ایک جمہوری ملک میں ایسا عمل پذیر ہونا کئی سوالات کو جنم دیتا ہے۔ ویسے مودی حکومت میں یہ واقعی اب تعجب خیز نہیں رہا ہے۔ کیونکہ یہ حکومت خود مذہبی منافرت کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ اس حکومت کی ایک بہت بڑی صفت کذب گوئی بھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ 4 مئی سے جاری فساد ابھی تک قابو میں نہیں آ سکا ہے۔ آتا بھی کیوں۔ اس پر قابو پانا نہ منی پور کی حکومت کی منشا ہے اور نہ ہی مرکزی حکومت کی۔ دراصل یہ فسادات و آتشزنی اور قتل و غارتگری جس میں سینکڑوں افراد لقمہ اجل ہو چکے ہیں ایک سیاسی گیم ہے۔ بی جے پی نے اپنے روایتی انداز میں 2024 کا انتخابی معرکہ سر کرنے کی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ جہاں جہاں مذہبی آگ لگائی جا سکتی ہے وہاں وہاں مذہبی منافرت کو ہوا دے رہی ہے اور جہاں ذات پات کی سیاست کامیاب ہو سکتی ہے وہاں ذات پات کی سیاست نہیں، منافرت پھیلا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ منی پور کے فسادات کو قابو کرنے کی بجائے انہیں مزید ہوا دینے کی کوشش کی گئی۔ معاملے نے اس قدر طول پکڑا کہ خود عدالت عظمی کے معزز چیف جسٹس کو از خود ادھر توجہ مبذول کرنی پڑی اور حکومت منی پور و حکومت ہند سے کہنا پڑا کہ اسے بلا تاخیر سنبھالئے ورنہ مجبوراً مجھے خود اس میں مداخلت کرنی ہوگی لیکن یہ انتہائی افسوس کے ساتھ رقم کرنا پڑ رہا ہے کہ اس فساد کو زینہ بنا کر 2024 کا انتخابی معرکہ فتح کرنے کی آرزو پالے دونوں ہی حکومتوں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگ رہی ہے۔ ان کی کاروائی دانستہ غفلت کا آئینہ دار ہے کہ مورخہ 4 مئی کو دو خواتین کو برہنہ کر کے شہر میں گھمایا گیا۔ لیکن اس کی اطلائے اول مورخہ 16 مئی کو درج کی گئی۔ اس کے باوجود کسی کی بھی گرفتاری عمل میں نہیں آتی۔ سوشل میڈیا کی اطلاع کے مطابق اب تک کم و بیش 6532 اطلائے اول فسادات کے تعلق سے منی پور میں درج ہوئی اور 200 اطلائے اول جبریہ عصمت دری کی درج ہوئی لیکن گرفتاریاں صفر۔ دونوں ہی حکومتوں کے اس رویے کو کیا کہا اور سمجھا جائے۔ یہ قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آر ایس ایس اور بی جے پی 2024 کا عام انتخاب ہر حال میں فتح کرنے کے لئے، ہر طرح کی منمانی پر اتر آئی ہے۔ فرقہ وارانہ منافرت اور قتال تو ان کا قدیم حربہ رہا ہے۔ پہلے یہ حربہ مسلمانوں تک محدود تھا لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں مسلمان نہیں قبائل نہیں وہاں کون سا حربہ استعمال کیا جائے۔ ظاہر سی بات ہے شمال مشرق میں مسلمانوں کی آبادی بہت قلیل ہے خصوصاً منی پور میں۔ تو وہاں ذات پات کا جھگڑا شروع کر کے وہاں کے عوام کو خانوں میں تقسیم کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔ وہاں میتیوں کی آبادی کثیر ہے اور کوکی قبائلی کی آبادی مختصر چنانچہ اکثریت کو اپنے حق میں کرنے کے لئے ان فسادات کی سازش رچی گئی۔ اکثریت والوں کو قتال اور آتش زنی کی پوری چھوٹ دے دی گئی۔ کسی بھی فساد میں عمل پذیر ہونے والے دو اہم واقعات ہوتے ہیں۔ ایک مال کی لوٹ اور دوسرے عصمت دری۔ چنانچہ جو کمزور طبقہ ہوتا ہے اسے ان دونوں ہی اعصاب شکن واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کیا یہ اعصاب شکن معاملہ نہیں ہے کہ جن دو خواتین کو سراپا برہنہ کر کے وہاں گھمایا گیا انہیں کار سے کھینچ کر اتارا گیا تھا۔ ان خواتین کے ساتھ ایک خاتون کا بھائی بھی تھا جسے ان فسادیوں نے زندہ جلا دیا۔ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس کی جو اطلائے اول درج کی گئی اس میں تعزیرات ہند کے دفعہ 302 کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اس سے حیرت انگیز امر یہ ہے کہ جس مقام پر یہ واقعہ عمل پذیر ہوا وہاں سی سی ٹی وی کیمرہ لگا تھا۔ لیکن جب عدالت نے اس سی سی ٹی وی کیمرہ کا فوٹیج طلب کیا گیا تو سیدھا سا جواب ملا کہ خودکار طریقے سے سارے فوٹیج ڈیلیٹ ہو گئے۔ متذکرہ بالا تمام واقعات کس چیز کی شہادت دے رہے ہیں۔ یہی نا کہ اس فساد میں خود وہاں کی انتظامیہ، پولیس اور دونوں حکومتیں ملوث ہیں۔ کیونکہ تمام ثبوت کو بڑی ہی ہوشیاری سے ختم کر دیا گیا تا کہ ثبوت کے فقدان میں یہ مقدمہ عدالت میں کمزور ہو جائے اور تمام گناہ گار سزا سے محفوظ ہو جائیں۔ یہ ہے منی پور کی بے حس اور سنگدل سنگھی حکومت کا کارنامہ جس کے باعث وطن عزیز کو عالمی طور پر شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے۔ شرم اگر کسی کو نہیں آ رہی ہے تو وہ ہیں منی پور کے وزیر اعلیٰ۔ جنہوں نے کھلے طور پر کہا کہ یہ واقعہ ارض ہندوستان پر پہلا تھوڑے ہی ہے۔ ایسے واقعات کی تعداد تو سینکڑوں میں ہے۔ پھر یہیں کے واقعہ پر اس قدر واویلا کیوں ہے۔ کیا یہ ایک ذمہ داری وزیر اعلیٰ کا خیال ہو سکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ منی پور میں ہوئے فساد اور اموات نیز آتش زنی و عصمت دری کا نہ کسی کو افسوس ہے اور نہ کوئی غم۔ ان حالات میں اس وزیر اعلیٰ سے عوام کو کیا کوئی امید ہو سکتی ہے۔ یہ سارا معاملہ صرف اور صرف آئندہ کے انتخاب کے مدنظر عمل پذیر ہو رہا ہے۔ جو خود فساد اور قتال منصوبہ بند طریقے سے اور دانستہ کروا رہا ہے اسے اپنے عوام پر گزر رہی قیامت کا کیا احساس ہوگا۔

اب آخر میں ناچیز یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہندوستان کے تمام عوام ہوشیار اور بیدار رہیں۔ اسی کے باہم حکومت کی نیت اور حرکت پر عقابی نظر رکھیں۔ حکومت ہند اور اس کے حاشیہ بردار ہمہ اوقات اس کوشش میں سرگرم ہیں۔ جیسا کہ مشاہدے میں آ رہا ہے کہ حکومت ہند کے حاشیہ بردار بجرنگ دل والے ہر جگہ قتال کی کوشش میں ہیں۔ لیکن چونکہ عوام حکومت ہند کی نیت اور منصوبے سے آگاہ ہیں اس لئے ان فرقہ پرستوں اور فسادیوں کو اپنے مذموم منصوبے میں کامیابی نہیں حاصل ہو رہی ہے آگے واللہ عالم بالصواب۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔ رابطہ اور واٹس آپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING- 28/08/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے